اشاعت نمبر: ۱۴۴

کثافت اور ماحولیاتی آلودگی

کے بارے میں شریعت کا موقف

ترتیب وتحریر: مولوی طلحہ چھوٹا ادیپوری

متعلّم تدریب الافتاء، جامعہ علوم القرآن، جمبوسر

زیرِ نگرانی:

مفتی فرید احمد بن رشید کاوی، مدرس جامعہ علوم القرآن، جمبوسر

ناشر:

جامعہ علوم القرآن، جمبوسر

گجرات، انڈیا۔

کثافت اور ماحولیاتی آلودگی

کے بارے میں شریعت کا موقف

ترتیب وتحریر: مولوی طلحہ چھوٹا ادیپوری
متعلم دارالافتاء، جامعہ علوم القرآن، جمبوسر

زیرنگرانی:
مفتی فرید احمد بن رشید کاوی، مدرس جامعہ علوم القرآن، جمبوسر

ناشر:
جامعہ علوم القرآن، جمبوسر
گجرات، انڈیا۔

◆ کتاب کا نام: کثافت اور ماحولیاتی آلودگی کے بارے میں شریعت کا موقف

◆ ترتیب وتحریر: مولوی طلحہ چھوٹا ادیپوری، متعلم تدریب الافتاء، جامعہ جمبوسر

◆ حسب ایماء وارشاد: حضرت مولانا مفتی احمد دیولوی صاحب دامت برکاتہم
(بانی ومہتمم جامعہ علوم القرآن، جمبوسر)

◆ زیر نگرانی: مفتی فرید احمد کاوی۔

◆ سن اشاعت: جمادی الاولی ۱۴۳۹ھ مطابق فروری، ۲۰۱۸

◆ ناشر: جامعہ علوم القرآن، جمبوسر

JAMIA ULOOMUL QURAN, JAMBUSAR
AT.PO. JAMBUSAR. DIST : BHARUCH.
GUJARAT. INDIA. 392150
TEL : 02644-220786
jamiahjambusar@gmail.com

فہرست مضامین

۱	تقریظ	۵
۲	تقدیم	۷
۳	شکر وسپاس	۱۰
۴	اتنی آلودہ فضا (نظم)	۱۲
۵	ماحول یا ماحولیات، معنی اور مطلب	۱۳
۶	اسلام اور ماحول، کچھ بنیادی باتیں	۱۶
۷	ماحولیات سے متعلق انسانی بے راہ روی	۱۸
۸	ماحولیاتی آلودگی اسباب ومحرکات	۲۰
۹	آلودگی کے نقصانات، رپورتاز اور تجزیے	۲۳
۱۰	بڑھتے ہوئے تشدد کی وجہ ماحولیاتی تبدیلی	۲۳
۱۱	موسمیاتی تبدیلی سے جنگ، بھوک اور سیلاب کا خطرہ	۲۵
۱۲	گلوبل وارمنگ	۲۵
۱۳	فضائی آلودگی صحتِ عامہ کے لیے سب سے بڑا خطرہ	۲۷
۱۴	آلودگی اور اسلام، آلودگی، ایک فساد ہے۔	۲۹
۱۵	فساد کا قرآنی مفہوم	۳۰
۱۶	ماحولیات کے تحفظ کے لئے مختلف اسلامی احکام	۳۵
۱۷	(۱) فضول خرچی کی ممانعت	۳۵
۱۸	(۲) نظافت کی تعلیم	۳۷
۱۹	(۳) اجتماعی ماحول کی آلودگی سے حفاظت۔	۴۰
۲۰	(۴) پبلک مقامات کی حفاظت	۴۳

۲۱	ماحول کے ارکان	۴۶
۲۲	زمین	۴۷
۲۳	زمین کے فوائد:	۴۹
۲۴	زمین کے متعلق انسانی ذمہ داری	۵۱
۲۵	زمینی آلودگی اور اسلامی تعلیمات	۵۳
۲۶	پانی، پانی کی اہمیت	۶۰
۲۷	آبی الودگی وجوہات اور اثرات	۶۳
۲۸	آبی الودگی اور اسلامی تعلیمات:	۶۵
۲۹	اسراف کی ممانعت	۶۵
۳۰	پانی کو آلودہ کرنے کی ممانعت	۶۶
۳۱	پانی کے برتن میں سانس لینے کی ممانعت:	۶۸
۳۲	فضاء اور ہوا، اہمیت اور فوائد	۷۰
۳۳	ہوا اور اس کا فائدہ	۷۱
۳۴	ہوا؛ حیات کی بنیاد	۷۳
۳۵	فضاء کی آلودگی۔	۷۳
۳۶	فضائی آلودگی کے اسباب	۷۴
۳۷	(۱) ایندھن کا غلط استعمال	۷۴
۳۸	(۲) صنعتی فضلات	۷۵
۳۹	(۳) اسلحہ کے ذخائر اور آتشزدگی	۷۶
۴۰	(۴) ٹریفک کی بہتات۔	۷۷
۴۱	(۵) جنگلات کا صفایا	۷۷
۴۲	(۶) زہریلی گیسوں اور تابکاری شعاعوں کا اخراج	۷۸

۴۳	فضائی آلودگی کے صحت پر مضر اثرات	۷۹
۴۴	دل پر اثرات	۸۰
۴۵	سرطان کے ممکنہ اثرات	۸۰
۴۶	بچوں پر اثرات	۸۱
۴۷	اسلامی تعلیمات:	۸۱
۴۸	چراغ گل کرنے کی ہدایت	۸۱
۴۹	تدفین کا اسلامی طریقہ	۸۳
۵۰	آلائش کو دفن کرنے کا حکم	۸۵
۵۱	درختوں کو کاٹنے کی ممانعت	۸۵
۵۲	قاضی ابو یوسف کا فتوی	۸۶
۵۳	تحفظ ماحولیات میں نباتات کا کردار	۸۸
۵۴	اسلامی تعلیمات	۹۱
۵۵	شجر کاری کی اسلام میں ترغیب	۹۳
۵۶	احیاء موات کی ترغیب	۹۵
۵۷	درخت کاٹنے کی ممانعت	۹۶
۵۸	صوتی آلودگی	۱۰۵
۵۹	صوتی آلودگی اور اسلامی تعلیمات	۱۱۰
۶۰	E- کچرا: ایک جدید ماحولیاتی مسئلہ	۱۱۵
۶۱	خلاصہ	

تقریظ

موجودہ عالمی منظر نامہ میں صنعتی ترقی میں ہوا و ہوس کے دخل کے سبب انسان نے تمام اخلاقی، قانونی اور مذہبی اقدار کو پس پشت ڈال کر جو بے راہ روی اختیار کی ہے، اس کا سب سے زیادہ کا اثر زمین کے متوازن صحت بخش نظام پر پڑا ہے۔ نئی ٹیکنالوجی نے متنوع ایجادات، انتہائی مفید طبی، کیمیائی اور حیاتیاتی دریافتوں کے ذریعہ انسانی زندگی کو ماضی کے مقابلے میں کہیں بہتر اور آسان بنا دیا ہے تو دوسری طرف اسی ترقی کے سبب قدرتی ماحول پر انتہائی بھیانک اور خطرناک اثرات بھی مرتب ہوئے ہیں۔

ظاہر ہے یہ سب اسی لیے ہیں کہ ترقی کی راہ میں انسان نے خود کو بے لگام سمجھ لیا ہے، اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ایسی بے لگام آزادی انسانی معاشرہ کے لیے خطرہ ہے۔ ایسی بے لگام آزادی کو روکنے کے لیے ہی مختلف مملکتوں نے - چاہے وہ اسلامی ہو یا غیر اسلامی - مختلف قانون بنائے ہیں، تاکہ ایک انسان یا ایک جماعت یا ایک نظریہ کی بے لگام آزادی دوسروں کی زندگی کو متأثر کر کے نقصان نہ پہنچائے۔ مگر مال و زر کی ہوس اور اپنی مزعومہ ترقی کی منازل تک پہنچنے کی ضد اور جلد بازی میں حکومتوں نے خود ہی اپنے قوانین پس پشت ڈال دیے ہیں، ایسی صورت میں کسی خاص کمپنی یا صنعت سے یہ توقع رکھنا بیکار ہے کہ قدرت کے صحت بخش نظام کو بچانے کے لیے کچھ قربانی دے۔

دنیاوی اور قانونی پابندیوں سے آگے ایک دائرہ مذہبی اور اخلاقی پابندیوں کا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ انسانی بے راہ روی کو لگام دینے میں اس کا بھی بڑا دخل ہے۔ اسلام نے تو اس پر بہت ہی زیادہ توجہ دی ہے، اور اوامر اور نواہی میں ہر جگہ دنیاوی جزا و سزا کے بعد اخروی جزا و سزا کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ صحت مند انسانی زندگی کے لیے خطرہ بن جانے والی موجودہ ماحولیاتی آلودگی کو ختم کرنے یا کم کرنے کے لیے دنیاوی قوانین کے ساتھ ہی اخلاقی اور مذہبی پابندیاں بھی بہت زیادہ متاثر ہیں۔اس لیے اس موضوع پر مذہبی مواد کو سامنے لانے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

زیر نظر مقالہ ماحولیاتی آلودگی کے متعلق اسلامی تعلیمات کے تعارف کی ایک بہترین کاوش ہے۔ یہ مقالہ اسلامک فقہ اکیڈمی کے تحریری مسابقہ میں شرکت کی غرض سے ہم نے جامعہ کے تدریب الافتاء کے طالب علم عزیزم مولوی طلحہ چھوٹا ادیپوری سے تحریر کروایا تھا۔ ماشاء اللہ عزیزم مولوی طلحہ سلمہ کا یہ مقالہ اکیڈمی کی طرف سے تیسرے نمبر پر انعام کا حقدار قرار دیا گیا اور اکیڈمی کے ۲۷ ویں سیمینار منعقدہ حج ہاؤس بمبئی کے موقع پر انہیں گراں قدر انعام بھی دیا گیا۔اس علمی وقلمی کامیابی پر انہیں مبارک باد دیتے ہوئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی ان کی ذہنی وفکری اور علمی وعملی صلاحیتوں میں خوب برکت عطا فرمائے اور تابناک مستقبل سے نوازے۔

موضوع کی اہمیت کے پیش نظر، نیز طلبۂ مدارس کے درمیان افادہ اور اہل علم سے استصلاح کے لیے اس مقالہ کو شائع کیا جا رہا ہے۔اور دعا کرتو ہوں کہ اللہ تعالی مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے۔

جامعہ اور جامعہ کی وساطت سے احقر اور تمام وابستگان اللہ تعالی کے شکر گذار ہیں کہ اللہ تعالی نے اس ذریعہ سے مختلف النوع خدمات کی توفیق بخشی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالی علم وعمل نیز فکر ونظر کے مختلف میدانوں میں جامعہ کی موجودہ خدمات کو قبول فرما کر مزید خدمات کی توفیق بخشے۔آمین۔

مفتی احمد دیولوی، بانی ومہتمم جامعہ علوم القرآن، جمبوسر

تقدیم

انسانی زندگی کی بہتری کے لیے اللہ تعالی نے نظامِ کائنات میں ایک خودکار نوازن قائم فرمانے کے ساتھ، 'خلافتِ ارضی' کے تقاضے سے انسان کو بھی کائنات کے بہت سے وسائل پر 'تسخیری قوت' کا مالک بنایا ہے۔

انسان اور دوسری جاندار و غیر جاندار مخلوقات کے مابین اللہ تعالی نے 'تسخیر' کا جو ظاہری نظام اور توازن قائم فرمایا ہے، اسی کو 'ماحول' کہتے ہیں، اور اسی کے متعلق امور کو ماحولیات کہا جاتا ہے۔ اسی تناظر میں کہہ سکتے ہیں کہ ماحولیاتی آلودگی کے زمرے میں آنے والی تمام خرابیاں قرآن کی 'فساد فی الارض' کی اصطلاح میں شامل ہیں۔

'ماحولیات اور ماحولیاتی آلودگی' کہنے کو تو دورِ جدید کا مسئلہ ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ آلودگی تو انسانی زندگی کا ایک جز ہے، اور یہ پہلے دن سے ہی انسان کے لیے ایک 'مسئلہ' ہے۔ اسی وجہ سے قدیم زمانے میں بھی مہذب معاشرہ نے قضاءِ حاجت کے لیے متعدد آداب وضع کیے تھے، حدیث شریف میں بھی اس کے متعلق بڑے جامع آداب کی تعلیم فرمائی گئی ہے۔

اس کائنات میں اللہ تعالی نے اگر کچھ چیزیں آلودگی والی پیدا فرمائی ہیں تو کچھ ایسے ذرائع بھی پیدا فرمائے ہیں جن سے آلودگی ختم کی جاسکتی ہے یا وہ خود بخود آلودگی کو ہضم کر لیتے ہیں؛ البتہ موجودہ صنعتی ترقی کے دور کے بعد قدرتی وسائل کے مقابلہ میں انسان اپنی تسخیری قوت کا کچھ زیادہ ہی استعمال کرنے لگا ہے، جس سے قدرتی توازن خراب ہوتا جارہا ہے۔ نتیجتاً ماحول میں کثافت زیادہ اور نظافت کم ہونے لگی ہے۔ اور اس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ یہ سب انسان کی فکری اور ذہنی یعنی باطنی کثافت کا ہی نتیجہ

ہے۔

مذہبِ اسلام نے اپنی جامعیت اور دوامیت کے تقاضے کے مطابق انسانی معاشرہ کو اس سلسلے میں بھی بہترین اصولی اور فروعی تعلیمات فراہم کی ہیں۔ زیرِ نظر مقالہ میں اس موضوع سے تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔ میں اس موقع پر فقط نماز کی مثال پیش کرنا چاہوں گا۔ نماز باطنی خرابیوں سے انسان کو روکنے والی ہے، یہ بات قرآن میں صراحتاً مذکور ہے۔ إن الصلوة تنهى عن الفحشاء والمنكر۔ اس کے ساتھ یہ بھی جوڑ لیں کہ نماز کے لیے بدن اور کپڑے کی طہارت بھی شرط ہے، اور اس طہارت کے تقاضے سے پانی کی طہارت بھی لازمی ہے۔ اسی طرح جائے نماز یعنی زمین کی طہارت بھی شرط ہے، بلکہ اسلامی احکام کے مطابق نماز کے لیے بدن، کپڑے اور پانی کی طہارت ہی نہیں؛ نظافت بھی ضروری ہے۔ گویا نماز انسان کو آلودگی سے خود پاک رہنے اور اپنے ماحول کو بھی پاک رہنے کی تعلیم دیتی ہے۔ اس حال میں اگر نماز کو 'اسلام کا ستون' اور جامع عبادت کہا گیا ہے تو اس کے برحق ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے؟

ماحولیاتی آلودگی اور اس کے نقصانات، جو کل تک ہمارے لیے اندیشے تھے، آج حقیقت بن کر رونما ہونے لگے ہیں، ہمارے ملک میں خاص کر صنعت کاروں کی بے اصولی اور سرکاری پالیسیوں کے نفاذ میں تساہل کی بنیاد پر اس کے نقصانات ترقی یافتہ ممالک کی بہ نسبت کہیں زیادہ رونما ہو رہے ہیں۔ کچھ وقت پہلے جب دہلی اور دیگر شہروں کی فضا میں کثافت حد درجہ زیادہ ہوگئی، لوگوں کو سانس تک لینا دشوار ہونے لگا اور میڈیا میں اس کا خوب چرچا بھی ہوا تب سے یہ موضوع عوام وخواص کی سمجھ اور واقفیت کے دائرے میں بھی آ گیا ہے۔ سرکار کی طرف سے لوگوں کو کثافت اور آلودگی کے اسباب کی واقفیت

دے کر آمادہ کیا جاتا ہے کہ لوگ اپنے طور پر آلودگی اور کثافت کم کرنے میں اپنا کردار ادا کریں۔ اسی پس منظر میں یہ امر بھی موضوع بحث بنا کہ ماحولیاتی آلودگی اور اس کے تدارک سے متعلق اسلامی تعلیمات بھی سامنے لائی جائیں۔ تاکہ دنیا والوں کو اسلام کی جامعیت کا اندازہ ہو اور مسلمان بھی آلودگی کم کرنے کی مہم میں انسانی بنیادوں سے آگے بڑھ کر مذہبی فریضہ سمجھتے ہوئے شریک ہوں۔

تقریباً ایک سال قبل فقہ اکیڈمی کی طرف اس موضوع پر ایک تحریری مسابقہ کا اعلان پہنچا تو حضرت مہتمم صاحب (حضرت مولانا مفتی احمد دیولوی صاحب دامت برکاتہم العالیہ) نے تدریب الافتاء کے طلبہ سے اس موضوع پر مقالہ تیار کروانے کی ذمہ داری سپرد فرمائی، اور اسی کے مطابق یہ مقالہ جامعہ کے شعبۂ تدریب الافتاء میں زیر تعلیم عزیز 'مولوی طلحہ چھوٹا ادیپوری' سے تحریر کروایا گیا تھا۔ الحمدللہ مسابقہ میں یہ مقالہ تیسرے نمبر پر کامیاب قرار پایا اور صاحبِ مقالہ کو گراں قدر انعام سے بھی نوازا گیا؛ اور اسی بنیاد پر حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے حکم کے مطابق اس کو شائع کیا جا رہا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی مقالہ نویس کی محنت کو قبول فرمائے، یہ مقالہ طلبہ اور علماء کے درمیان اس موضوع کی اسلامی تعلیمات کے تعارف کا ذریعہ بنے اور موصوف مقالہ نگار کو مزید علمی و عملی، قلمی و فکری خدمات کی توفیق بخشے۔ نیز...

جامعہ کے بانی و مہتمم حضرت مولانا مفتی احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی عمر و صحت میں برکت عطا فرمائے، اور جامعہ کی تعلیمی و تربیتی اور فکری و عملی سرگرمیوں کو ان کی سرپرستی و رہبری اور تربیت و شفقت سے مزید تقویت بخشے۔ آمین۔

فرید احمد بن رشید کاوی

مدرس جامعہ علوم القرآن، جمبوسر

شکر و سپاس

حمد وصلوۃ کے بعد! سب سے پہلے میں اللہ رب العزت کا شکر اداء کرتا ہوں جس نے مجھے میری نا اہلی کے باوجود علمِ دین جیسی عظیم الشان نعمت سے نوازنے کے لیے قبول فرمایا۔ یہ عظیم نعمت اپنے خاص بندوں کو ہی عطا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مجھے اس کی قدر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

نیز میں شکر اداء کرتا ہوں ان تمام اساتذۂ کرام اور مربیان کا جنہوں نے بالواسطہ یا بلاواسطہ نگرانی فرما کر میری رہ نمائی فرمائی۔ خصوصا بانی و مہتمم جامعہ حضرت اقدس مولانا مفتی احمد صاحب دامت برکاتہم کا جو ہر وقت اس ناکارہ پر خصوصی توجہ رکھتے ہیں۔ اگرچہ میں اپنی نا اہلی سے تعلیم و تربیت حاصل کرنے میں کوتاہی کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے اور تمام اساتذۂ کرام کو اپنی شایان شان بہترین بدلہ عنایت فرمائے۔ آمین۔

تدریب الاِفتاء کے پہلے سال جب مجھے ماحولیات اور اسلامی تعلیمات کے عنوان پر مقالہ تحریر کرنے کو کہا گیا تو میں اپنی کم علمی اور نادانی کے سبب نیز اس موضوع سے ناواقف ہونے کے وجہ سے لکھنے پڑھنے اپنے آپ کو عاجز سمجھتا تھا؛ لیکن مہربان اساتذۂ کرام نے میری حوصلہ افزائی فرمائی اور مختلف مراحل پر میری رہ نمائی فرما کر مجھے کچھ لکھنے کے قابل بنایا۔ جزاہم اللہ تعالیٰ فی الدارین۔

میں ایک طالب علم ہوں، ماحولیات کا ماہر ہوں نہ شریعت کا رمز شناس۔ مختصر اور مفصل مضامین کے مطالعہ سے شروع کر کے عربی اردو کتابیں اور مقالے نیز رسائل و جرائد کو سامنے رکھ کر یہ مقالہ تیار کیا ہے۔ حقیقت یہ ہیکہ یہ پورا مقالہ اِن مآخذ کے اقتباسات ہی ہیں، جنہیں میں نے حضرت الاستاذ مفتی فرید احمد کاوی صاحب دامت برکاتہم کی رہنمائی اور تصویب سے ایک مناسب و مختصر لڑی میں پرویا ہے۔

اللہ تعالی کا شکر ہیکہ اس نے اپنے فضل و کرم سے اس مقالہ کی تکمیل فرمائی۔ میں ابھی بھی اپنے اس مقالہ کے متعلق یہ ہی رائے رکھتا ہوں کہ یہ اپنے موضوع میں ناتمام ہے، البتہ مشفق و مربی حضرت مہتمم صاحب کی ذرہ نوازی ہے کہ وہ اس کو شائع کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری اس کاوش کو میرے اور میرے اولیاء کے حق میں فلاح دین و دنیا کے وسیلہ کے طور پر قبول فرمائے۔ آمین۔

احقر: طلحہ چھوٹا ادیپوری۔
متعلم تدریب الافتاء، جامعہ جمبوسر

کچھ نئے سال کی سوغات میرے پاس نہیں
سانس آتی ہے مگر جینے کا احساس نہیں
اتنی آلودہ فضاہے کہ گھٹن ہوتی ہے
زخم رستے ہیں سبھی، ان میں چبھن ہوتی ہے
تازہ جھونکا کبھی آئے گا ! یہ اک خواب سا ہے
ہر نئے روز وہی صبح چمن ہوتی ہے
صاف پانی نہ ہوا یونہی جیا کرتے ہیں
کبھی خسرہ، کبھی ڈینگی کا گلہ کرتے ہیں
ان سے بچ جائیں تو ہوجاتے ہیں دہشت کا شکار
ہوکے آلودۂ احوال، دعا کرتے ہیں
محبتوں کی فصل بانٹنے کو نکلوں تو
اداس پلکوں پہ خوشیوں کے خواب رکھوں تو
خزاں گزیدہ ہوں، اب خود سے خوف آتاہے
کوئی نہ سوچ چرالے ! اگر میں سوچوں تو
بجھ کے دل رہ گیا، اب گرمئی احساس نہیں
کچھ نئے سال کی سوغات میرے پاس نہیں

(ظفراقبال ظفر)

ماحولیات کے موضوع پر شائع ہونے والے منفرد رسالہ ماہنامہ ’فروزاں‘، کراچی، جنوری، ۲۰۱۷ سے ماخو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماحول یا ماحولیات

معنی اور مطلب

عربی اور اردو میں ماحول کے لغوی معنی اردگرد کے ہیں۔

اصطلاحاً انسان کے گردو پیش کے ان حالات کو کہتے ہیں جس میں انسان کے ساتھ دیگر حیوانات اور جمادات شامل ہوتے ہیں اور ہر ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتا ہے۔ مجموعی طور پر زمین، فضا اور پانی کو ماحول کہتے ہیں۔ جس میں تمام حیاتیاتی، طبیعاتی اور کیمائی اجزاء وعناصر شامل ہوتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ جو کچھ دنیا و کائنات میں ہے اسے ماحول کہا جاتا ہے۔ یعنی طبعی اور اجتماعی زندگی کا وہ نظام جس میں انسان زندگی گذارتا ہے بشمول نظام حیات کے وہ تمام شعبے جن سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے۔

بعض حضرات اختصار کے ساتھ انسان کے اردگرد کی ہر شئے کو ''ماحول'' یا ''ماحولیات'' سے تعبیر کرتے ہیں۔

اسی طرح ماحولیات ماحول کے مطالعہ کو بھی کہتے ہیں، جس سے ہمیں ماحول کے تمام عوامل، اجزاء وعناصر اور ان کی خصوصیات و کمزوریوں کے بارے میں پتہ چلتا ہے، ماحول کا مطالعہ دراصل حیاتیات، ارضیات، جغرافیہ، تاریخ، معاشیات، حیاتیاتی فنون، ارضی سائنس اور آبی علوم کے مطالعہ پر مشتمل ہوتا ہے۔

انگریزی میں اس کو (ECOLOGY) اور (ENVIRONMENT) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

'اینوائرونمنٹ' سے مراد کوئی بھی ماحول ہوسکتا ہے وہ خلا بھی ہوسکتی ہے، زمینی فضا

بھی ہوسکتی ہے اور کسی ستارے کا جھلستا ہوا بیرونی حصہ بھی۔یعنی اینوائرونمنٹ کے تحت بیان ہونے والے کسی بھی ماحول میں زندگی کی کوئی شرط نہیں،اس کے برعکس 'ایکولوجی' ایک وسیع البنیاد اصطلاح ہے۔ پینگوئن ڈکشنری آف سائنس(۲۰۰۹ء) کے مطابق ایکولوجی سے مراد جانداروں کا ایسا مطالعہ ہے جو اردگرد کے ماحول (اوراس ماحول میں موجود دیگر جانداروں) سے ان کے تعلق کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا جائے۔ چند سالوں سے سائنسی جرائد میں (اینوائرونمنٹ) کے لئے ماحول اور ماحولیات جب کہ (ایکولوجی) کے لئے 'حیاتی ماحول' اور 'حیاتی ماحولیات' کے اردو مترادفات اختیار کئے جا رہے ہیں۔

ڈاکٹر عبادالرحمٰن ماحول کے معنی اور مطلب کی وضاحت فرماتے ہوئے اپنے مقالہ میں رقمطراز ہیں کہ:

ماحول لغت میں حالت اور ہیئت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، جسے عربی میں بیئۃ کہا جاتا ہے۔اور اصطلاح میں:

[۱] ماحول کے ایک معنی یہ ہے کہ: جو کچھ فرد اور جماعت کے اردگرد اور اس پر اثر انداز ہو؛ جیسے کہتے ہیں قدرتی ماحول،اجتماعی ماحول اور سیاسی ماحول۔

[۲] ڈاکٹر سعید اللہ قاضی لکھتے ہیں کہ''ماحولیاتی آلودگی کا تعلق صرف ہوا، پانی، زمین اور مٹی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اس میں اخلاقی ،ثقافتی،تعلیمی ،سیاسی ،معاشرتی اور معاشی امور بھی داخل ہیں''۔

[۳] الغرض جن اشیاء سے ہمارا واسطہ پڑتا ہے اور ہماری زندگی اور بقاء کے لئے ضروری ہیں ؛ جیسے رہائش ،کھانے ، پینے ، سانس لینے ، علاج و معالجہ اور کاروبار کے متعلقات، اسی طرح وہ اشیاء جن پر آپس میں رابطہ اور تعلقات کا انحصار ہو ان تمام کی مجموعی حیثیت کو ماحول کہا جاتا ہے۔

ڈاکٹرعبدالعزیزشاکرکبیسی اپنے مقالہ ''منهج الإسلام فی حماية البيئة فی مكة المكرمة'' میں ماحولیات کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

البيئة هی مجموع العوامل البيئية والبيولوجية والعوامل الاجتماعية والثقافية والاقتصادية التی تتجاور فی توازن وتؤثر على الانسان والكائنات الأخرى بطريق مباشر أو غيرمباشر.

ترجمہ: ماحول ان طبعی اور حیاتیاتی نیز اجتماعی، ثقافی اور اقتصادی اسباب کے مجموعے کا نام ہے جو باہم ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں اور یہ اسباب انسان پر اور دوسری مخلوقات پر بلاواسطہ یا بالواسطہ اثر انداز ہوتے ہیں۔

وهذا التعريف هوما انتهى اليه الدكتور احمد عبدالكريم سلامة فی بحثه '' حماية البيئة فی الفقه الإسلامی''.

اس کے بعد وہ آگے فرماتے ہیں:

من خلال ماسبق ذكره يمكن أن نختار مفهوما للبيئة وهو : الوسط المكانی الذی يعيش فيه الإنسان مع غيره من الكائنات الحية وغيرها تجمعهما علاقات منظمة قائمة على التأثير و التأثر.

ترجمہ: ماقبل کے تذکرہ سے ماحول یا ماحولیات کے مطلب کے طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ: 'ماحول' وہ علاقائی حالات ہیں جن کے مابین انسان دوسری کائنات کے ساتھ زندگی گذارتا ہے اور انسان اور ان حالات کے درمیان تاثیر اور تأثر کی بنیاد پر منظّم رابطے ہیں۔(۱۴۲۶ھ۔ص:۲۸۶)

اسلام اور ماحول

کچھ بنیادی باتیں

قرآن وحدیث کے مطالعہ سے یہ بات بہ خوبی واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کائنات اوراس کانظام محض اس لئے سجایا گیا کہ انسان دنیامیں رہ کراپنی زندگی فطرت کی آواز کی روشنی میں متعین کرے۔اللہ کی دی ہوئی نعمتوں سے خوب فائدہ حاصل کرےاور ہرپل ہرسیکنڈ اللہ ہی کی یاد سے دل کوروشن رکھے۔حدیث شریف میں ہے کہ دنیا کی تمام چیزیں خلیفہ خداحضرتِ انسان کی خدمت کے لیے ہی پیدا کی گئی ہیں۔ شیرچیتے جیسے طاقتور؛ ہاتھی جیسے عظیم الجثہ اورمختلف النوع نفع بخش اورضرررساں صفات کے حامل جانوروں سے لے کرچھوٹے چھوٹے اورحقیر سے حقیر تر کیڑے؛کسی نہ کسی درجہ میں انسانوں کے فائدہ کے لئے ہی پیدا کئے گئے ہیں۔بعض براہ راست مفید ہیں اورہم اپنی روزمرہ کی زندگی میں ان سے خوب فائدہ اٹھاتے ہیں،جب کہ بعض بالواسطہ انسان کوفائدہ پہنچاتے ہیں۔

قرآن شریف میں واضح لفظوں میں کہا گیاہے۔

ھوالذی خلق لکم ما فی الأرض جمیعا.

وہی اللہ ہےجس نے زمین میں جوکچھ پیدا کیا وہ سب کا سب تمہارے لئے ہیں۔(۱)بقرہ:۲۹

الذی جعل لکم الأرض فراشا والسماء بناء ا.

وہی اللہ ہےجس نےتمہارے لئے زمین کوایک فرش اورآسمان کوایک چھت بنادیا

ہے۔(۲)بقرہ:۲۲

الم ترأن اللّٰہ سخر لکم مافی الأرض.

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے بس میں کردیا جو کچھ زمین میں ہے۔(۳)حج:۶۵

وسخرلکم مافی السماوات ومافی الأرض جمیعا منه.

اوراللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب کوتمہارے لئے کام میں لگادیا۔جاثیہ:۱۳

مذکورہ آیات میں باری تعالی نے زمین اور آسمان کے علاوہ ان دونوں میں جو کچھ ہے،ان سب کوانسان کے لیے مسخر کرنے کا ارشادفرمایا ہے۔اس اعتبار سے روئے زمین پر یا زمین کے اندر،اسی طرح آسمان یا آسمان کے نیچے جتنی چیزیں ہیں وہ تمام چیزیں آیت کے مفہوم میں شامل ہیں۔

حدیث شریف میں حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: ’’**إنما الدنیا خلقت لکم وانکم خلقتم للآخرة**‘‘اسی مفہوم کی واضح ترجمانی کرتا ہے۔(تنبیہ الغافلین للسمرقندی،حدیث نمبر:۱۴۷)

مندرجہ بالا آیات واحادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں جس سے انسان انتفاع نہ کرسکتا ہو،یہ اور بات ہے کہ ان میں بعض چیزیں ایسی ہے جن کا نفع حسی اور عام ہے اور وہ دنیاوی اعتبار سے قابل حیثیت سمجھی جاتی ہیں اور بعض چیزیں ایسی ہیں کہ جو بظاہر نفع بخش نہیں ، بلکہ ضرررساں ہیں؛لیکن فی الحقیقت وہ بھی انسان کے لئے فائدہ مند ہیں ؛مثلا زہریلے جانور ، بچھو وغیرہ کہنے کوتو نہایت ہی خطرناک مخلوق ہیں،مگر انسان ان ہی کے طفیل زہریلے جراثیم سے محفوظ ہے،حکمت

خداوندی کے مطابق مختلف مقاصد کے پیش نظر ماحول میں جو زہریلے اثرات پیدا کئے ہیں ان اثرات کو یہ جانور جذب کر لیتے ہیں، اگر یہ زہریلے جانور نہ ہوں تو یہ انسان زہریلے اور ہلاکت خیز جراثیم سے تباہ و برباد ہو جائے، اسی لئے تو کسی شاعر نے یوں کہا ہے۔

نہیں ہے چیز نکمی کوئی زمانے میں　　کوئی برا نہیں قدرت کے کارخانے میں

عارف باللہ ابن عطا فرماتے ہیں کہ: اللہ نے ساری کائنات کو تمہارے لئے پیدا فرمایا کہ ساری کائنات تمہاری ہو اور تم اللہ کے لئے ہو۔ اس لئے عقل مند کا کام یہ ہے کہ جو چیزیں اسکے لئے پیدا ہوئی ہو وہ تو اس کو ملیں گی اس کی فکر میں لگ کر اس ذات سے غافل نہ ہو جس کے لئے یہ پیدا ہوا ہے۔

ماحولیات سے متعلق انسانی بے راہ روی

مگر یہ کس قدر عقل کے دائرہ سے باہر اور فطرت سے ہٹی ہوئی بات ہے کہ جس انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات کا لقب دے کر دنیا میں وجود بخشا، فہم و فراست سے نوازا اور احساس کے جوہر عطا کئے؛ آج وہ ایک آزاد زندگی گذار رہا ہے، لاابالی پن اور بے فکری کو اس نے اپنا وطیرہ بنا لیا ہے۔ اور اپنی حرکتوں سے وہ اعلان کرتا ہے کہ: بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست۔

جنت نظیر زمین کو اللہ نے بہت ساری خصوصیات سے مالا مال کیا تھا، تاکہ جنت سے نکالے ہوئے انسان کو یہاں وحشت نہ ہو، مگر انسان نے آج اس کو اپنے ہی کرتوتوں سے جہنم صفت بنا دیا ہے۔ حالات ایسے ہو گئے ہیں کہ ہر آنے والا پل نئی تباہی کا پیغامبر، ہر نئی ایجاد کسی نئی ہلاکت کا پیش خیمہ اور ہر صبح و شام تشویش ناک مستقبل کی علامت بنتی جا رہی ہے۔

زمین غیر معمولی بیش بہا قیمتی چیزوں کا خزانہ ہے، یہی وجہ ہے کہ انسان زمین کی تہوں سے پٹرول، کوئلہ اور گیس کے سیال اور ہوائی مادے اکھٹا کرتا ہے۔ زمین کی من جملہ خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ قیمتی جواہرات کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کوہستانوں کے دامن سے ہیرے جواہرات جمع کرتا ہے؛ اور زمین کی تہ سے معدنیات باہر نکالتا ہے۔ بری خزانوں کی طرح زمین اپنے اندر بحری خزانوں کو بھی لئے ہوئے ہے، چنانچہ انسان سمندروں کی گہرائیوں سے بھی لعل و جواہر لا جمع کرتا ہے۔ اس قدر فوائد اور منافع حاصل کرنے کے باجود زمین اور پانی کے منصفانہ اور دانشمندانہ استعمال سے جو پہلو تہی کی جارہی ہے، اور جس اسراف اور ضیاع سے کام لیا جارہا ہے وہ یقیناً قدرت کے ساتھ انصافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج دنیا میں جہاں وسائلِ قدرت کی بہتات ہے وہیں بے شمار ایسے انسان ہیں جو ایک لقمہ کھانا اور ایک قطرہ پانی کو ترس رہے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ آج کا انسان نظام فطرت سے کوسوں میل دور جاچکا ہے، کائنات کے فطری ماحول اور وسائل زندگی کے تحفظ کے بجائے ان کی تباہی کے اسباب زیادہ فراہم کررہا ہے، اس کے ہاتھوں تباہی کے جو اسباب رونما ہوئے ہیں ان میں سب سے خطرناک آلودگی کا ہمہ گیر سیلاب ہے جو پورے عالم کے لئے ایک سنگین اور حساس مسئلہ کی نوعیت اختیار کرچکا ہے۔

اسلام نے ماحولیات کے تحفظ کے لئے ایک پورا نظام دیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہنے والی نہر میں بھی پیشاب نہ کرو(۱)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے راستوں کو بھی خراب چیزوں سے بچانے کا حکم دیا۔(۲) بول و براز کے لئے بستی سے دور جانے کو پسند کیا (۳)۔ بغیر ضرورت لکڑی کاٹنے سے بھی منع فرمایا، (۴) شور مچانے کی

مذمت فرمائی (۵) یہاں تک کہ قرآن کریم کی تلاوت کی آواز کو بھی معتدل رکھنے کا حکم دیا گیا اور اصولی ہدایت دی گئی کہ تمہارے کسی بھی فعل سے دوسروں کو ذرہ برابر نقصان نہ پہنچے(٦) المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده ۔غرض آبی،صوتی،زمینی اور فضائی ہر طرح کی آلودگی سے روکنے کے لیے واضح آداب اور تعلیمات کی جانب رہ نمائی کی گئی ہے۔

ماحولیاتی آلودگی اسباب و محرکات

بند اور کھلے مقامات کی فضا میں آلودگی، گندہ پانی اور گٹروں اور نالیوں کی ناقص صفائی اور خطرناک کیمیائی مواد جیسے مسائل طبی حوالے سے کافی مسائل کو جنم دیتے ہیں جن میں سانس اور دل کی بیماریاں، سرطان، دمہ، مختلف قسم کی الرجیاں اور افزائش و نشو ونما میں خرابیاں شامل ہیں۔ ماحولیاتی آلودگی کے بنیادی اسباب میں کارخانوں کی باقیات، تابکاری اثرات، انسانی اور حیوانی فضلہ جات شامل ہیں جو کہ پانی، ہوا اور مٹی میں ملتے ہوئے ہمارے ارضیاتی نظام کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

خاص کر زہریلے کیمائی اور دھاتی فضلہ جات بھی ماحول اور انسانی صحت کے لئے مضر ہیں مثال کے طور بیٹریاں اور ان میں پائی جانے والی دھاتیں مٹی اور زیر زمین موجود پانی میں مل کر جانداروں کی زندگیوں کو خطرے سے دوچار کرتی ہیں جن کے استعمال سے انسان،نفسیاتی،ذہنی،گردوں،جگر اور فالج جیسے امراض کا شکار ہوسکتا ہے۔

دور حاضر میں انسانی و ماحولیاتی صحت کے لئے مضر ہونے والے مواد کو جدید ترین ٹیکنالوجی کے استعمال سے زیر مشاہدہ لیا جارہا ہے تاہم اب بھی ایسے بعض عوامل پائے جاتے ہیں جو کہ ہماری زندگی کے لئے خطرہ بن رہے ہیں۔ ایک صحت مندانہ زندگی

گزارنے کے لئے ماحولیاتی آلودگی کے خلاف کوششیں کرنا ہم سب کا فریضہ ہے۔

ماحولیاتی آلودگی تمام جانداروں کے لئے مضرصحت مواد وذرات کے فضا، پانی اورمٹی میں ملنے سے عمل میں آتی ہے جوکہ دیگرالفاظ میں زیادہ تر ہم انسانوں کی وجہ سے وجود میں آتی ہے۔

ماحولیاتی آلودگی میں گندہ پانی، ارضیاتی آلودگی، صوتی آلودگی اور تابکاری اثرات جیسی مختلف اقسام شامل ہوتی ہیں۔ ماحولیاتی آلودگی قدرتی طور پر یا بےضرر مواد کے آمیزش سے وجود میں آتی ہے۔ عارضی طور پرآلودگی میں زائداشیائے خوردونوش، آلائشیں اور پودوں کی باقیات اوران سے مشابہہ مواد کا ماحول میں ملنا ہے۔

مستقل آلودگی میں پلاسٹک، صابن، زرعی ادویات اور جراثیم کش اسپرے جیسے اجزا شامل ہیں۔ یہ اجزا سبزیوں اور جانوروں کے جسم میں داخل ہونے کے بعد ہماری خوراک کا حصہ بنتا ہے جوکہ مضرصحت ہوتا ہے۔

قدرتی آفات جیسے زلزلے، آتش فشاں پہاڑوں کا پھٹنا اورسیلاب وغیرہ قدرتی آلودگی کے زمرے میں آتا ہے جبکہ انسانی وجود سے عمل میں آنے والی آلودگی کے اسباب کچھ یوں ہیں۔ رہائشوں، تجارتی مراکز اور زرائع نقل وحمل سمیت پٹرول اور ایندھن کی دیگراقسام کا بے جا استعمال، صنعتی اورگھریلوفضلہ جات کوکھلی جگہوں پر چھوڑنا۔ جنگلوں میں لگنے والی آگ، درختوں کی کٹائی اور بے علمی اور بلاوجہ شکار کرنا۔ مختلف قسم کے اسپرے اورعطریات میں شامل مضرصحت گیسوں کا استعمال۔ جوہری اسلحہ، جوہری تنصیبات اور تجربات کے باعث تابکاری کے اثرات کا پھیلنا ان اسباب میں شامل ہیں۔

فضا، پانی اور زمین ہر روز آلودگی میں اضافہ کی وجہ سے اس کا بیشتر حصہ نا قابل استعمال ہوتا جا رہا ہے جن میں خاص کر بڑے شہر اور صنعتی علاقے شامل ہیں۔ فضا میں اوزون گیس کا پھیلنا، درجہ حرارت میں اضافہ، سرطان اور اس سے مشابہ امراض میں اضافہ سمیت قدرتی وسائل کا بے جا استعمال بھی ہماری زمین کو آلودہ کرنے کا سبب بنتا ہے۔

انسان اگر چاہے تو اپنی اس زمین کو آلودگی سے محفوظ رکھنے میں معاون ثابت ہو سکتا ہے۔ فضا میں زہریلے مواد کی سرایت سے بچنے کے لئے ان کا کم سے کم استعمال اور باقیات اور فضلہ جات کو قابل تجدید بنانا ماحولیاتی آلودگی کو روکنے میں مددگار ہو سکتا ہے کیونکہ صاف ستھرا ماحول انسانوں اور اس کرۂ ارض پر بسنے والے تمام جانداروں کے لئے ضروری ہے۔ (ترکی نیوز، اردو۔)

آلودگی کے نقصانات ، رپورتاز اور تجزیے

بڑھتے ہوئے تشدد کی وجہ ماحولیاتی تبدیلی

امریکہ میں کی گئی ایک تحقیق کے مطابق دنیا میں بڑھتے ہوئے تشدد کا تعلق ماحولیاتی تبدیلیوں سے ہے۔ سائنسدانوں کو تحقیق کے دوران معلوم ہوا ہے کہ درج حرارت میں معمولی تبدیلی یا بارشی حملوں، جنسی زیادتی، قتل، کشیدگی اور جنگ پر اثر انداز ہوتا ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ جس سطح پر ماحولیاتی تبدیلی کا اندازہ لگایا گیا ہے اس سے لگتا ہے کہ دنیا میں پرتشدد واقعات بڑھ جائیں گے۔ کیلی فورنیا یونیورسٹی کے مارشل برک نے ماحولیاتی تبدیلی اور تشدد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ’’یہ تعلق ہم نے دنیا کے بڑے براعظموں اور مختلف اوقات میں دیکھا۔ ان دونوں کا تعلق خاصا گہرا ہے۔‘‘

اس تحقیق میں سائنسدانوں نے دنیا بھر میں کیے گئے ۶۰ مطالعوں کو دیکھا جن کا ڈیٹا سینکڑوں سالوں پر محیط تھا۔ انہوں نے تشدد اور ماحولیاتی تبدیلی کے درمیان مضبوط رشتہ پایا۔ تاہم بعض سائنسدان اس سے اتفاق نہیں کرتے۔ مثال کے طور پر اس بات کے کافی ثبوت ہیں کہ لوگوں کا کسی بغاوت میں شریک یا شریک نہ ہونے کے فیصلے پر ان کے معاشی حالات اثر انداز ہوتے ہیں۔

سائنسدانوں نے اپنی تحقیق میں بھارت میں حالیہ خشک سالی کے دوران ان گھریلو تشدد اور امریکہ میں گرمی کی لہر کے دوران حملوں، ریپ اور قتل کے واقعات میں اضافے کی مثالیں دی ہیں۔ تحقیقی رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ دنیا میں بڑھتے تنازعات بشمول یورپ کے نسلی فسادات اور افریقہ میں خانہ جنگی اور وہاں پر بڑھتے ہوئے درج حرارت کے درمیان بھی تعلق ہے۔ مارشل برک نے کہا: ’’ہم محتاط رہنا

چاہتے ہیں۔آپ خاص کر ماحول کو ایک واقعے کا ذمے دار نہیں ٹھہرا سکتے لیکن ہمیں کچھ دلچسپ نتائج ملے ہیں۔ محققین کا کہنا ہے کہ اب وہ اس بات کو سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ تشدد اور ماحول کے درمیان یہ غیر رسمی رشتہ کیوں ہیں۔ مارشل برک نے وضاحت دیتے ہوئے کہا، تحقیق سے ہمیں اس کی مختلف وجوہات کی طرف اشارہ ملتا ہے۔اس کی ایک وجہ معاشی حالات میں تبدیلی ہے۔ہمیں معلوم ہے کہ آب وہوا دنیا بھر میں اور خاص کر زرعی علاقوں میں معاشی حالات پر اثر انداز ہوتی ہے۔ان کا مزید کہنا تھا کہ ''مثال کے طور پر اس بات کے خاصے ثبوت ہیں کہ لوگوں کا کسی بغاوت میں شریک ہونے یا نہ ہونے کے فیصلے پر ان کے معاشی حالات اثر انداز ہوتے ہیں۔''

سائنسدانوں نے اندازہ لگایا ہے کہ عالمی سطح پر ۲سنٹی گریڈ درجہ حرارت بڑھنے سے ذاتی نوعیت کے جرائم میں ۱۵ فیصد اضافہ ہوگا اور بعض خطوں میں گروہوں کے درمیان تصادم اضافہ ہوگا اور بعض خطوں میں گروہوں کے درمیان تصادم میں ۵۰ فیصد اضافہ ہوگا۔ لیکن انہوں نے مزید کہا کہ اس کے طبعی وجوہات بھی ہوسکتے ہیں کیونکہ بعض مطالعاتی جائزوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوگ گرمی کی وجہ سے جارحیت اختیار کر لیتے ہیں۔ مارشل برک کا کہنا تھا: ''مختلف حالات میں ہونے والے واقعات کے درمیان فرق معلوم کرنے پر تحقیق کو مستقبل میں بڑی اہمیت دی جائے گی۔سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ مجوزہ ماحولیاتی تبدیلی سے اندازہ ہوتا ہے کہ دنیا میں تشدد میں اضافہ ہوگا۔سائنسدانوں نے اندازہ لگایا ہے کہ عالمی سطح پر دوسنٹی گریڈ درجہ حرارت بڑھنے سے ذاتی نوعیت کے جرائم میں ۱۵فیصد اضافہ ہوگا اور بعض خطوں میں گروہوں کے درمیان تصادم میں ۵۰ فیصد اضافہ ہوگا۔اس تحقیق پر تبصرہ کرتے ہوئے ایکسٹر یونیورسٹی کے ڈاکٹر سٹیفن ہیریسن نے کہا کہ یہ ایک بروقت مطالعہ ہے۔(ماہنامہ فروزاں: ڈسمبر:۲۰۱۴، کراچی)

موسمیاتی تبدیلی سے جنگ، بھوک اور سیلاب کے خطرے میں اضافہ

اقوام متحدہ کے ماہرین کے ایک پینل نے پیر کو موسمیاتی تبدیلی کے اثرات پر ایک سنگ میل کی حیثیت کی حامل رپورٹ شائع کی۔ رپورٹ میں کہا گیا کہ اس صدی میں گرین ہاؤس گیسوں کے بڑھتے ہوئے اخراج سے تنازعات، بھوک، سیلابوں اور بڑے پیمانے پر نقل مکانی کا خطرہ بڑھے گا۔ اس نے کہا، اگر اسے ٹھیک نہ کیا گیا تو گرین ہاؤس گیسیں املاک اور ماحول کو تباہی اور ماحولیاتی تبدیلی سے بچاؤ کے اخراجات کی صورت میں کئی ٹریلین ڈالر کا نقصان کریں گی۔ اس نے اضافہ کیا کہ درجہ حرارت میں ہر درجہ اضافے سے اس کا اثر بھی بڑھتا چلا جائے گا۔

یہ رپورٹ بین الحکومتی موسمیاتی تبدیلی کے پینل کی جانب سے پانچویں جانچ پڑتال کا دوسرا باب ہے۔ یہ پینل ۱۹۸۸ء میں قائم کیا گیا تھا اور اس کا مقصد حکومتوں کو غیر جانبدار، سائنس پر مشتمل رہنمائی مہیا کرنا ہے۔ (ماہنامہ فروزاں: مئی ۲۰۱۴ء، کراچی)

گلوبل وارمنگ

آب وہوا اور ماحول پر اثرات کے ساتھ ساتھ سائنس داں اب انسانی صحت پر گلوبل وارمنگ کے منفی اثرات پر بھی تحقیق کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں کی گئی ایک تحقیق کے مطابق گلوبل وارمنگ کی وجہ سے گردوں میں پتھری بننے کے واقعات بھی بڑھ رہے ہیں۔ اس تحقیق کے لیے امریکی ریاست فلاڈیلفیا میں واقع ایک اسپتال کے ڈاکٹروں اور محققین کی ٹیم نے ۲۰۰۵ء سے ۲۰۱۱ء کے دوران مختلف شہروں کا رخ کیا۔ انہوں نے وہاں جا کر گردے کی پتھری کے ۶۰۰۰۰ مریضوں کے طبی ریکارڈ کا جائزہ لیا اور اس تحقیق

مطالعے کے نتائج سے ماہرین نے گردے کی پتھری اور موسمی تغیرات کے درمیان تعلق دریافت کیا۔ ان کا کہنا ہے کہ درجۂ حرارت میں اضافے کی وجہ سے جسم میں پتھری بننے کا مسئلہ بڑھ رہا ہے۔

تحقیقی ٹیم کے سربراہ اور یورولوجسٹ گریگوری ٹیس ٹین ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ تحقیق کے نتائج سے معلوم ہوا ہے کہ گرمائش میں اضافے کے ساتھ انسانی گردوں میں پتھری ہونے کا امکان بڑھتا جاتا ہے۔ ڈاکٹروں کی ٹیم نے اس کی طبی وجوہات پر بحث کے دوران ثابت کیا ہے کہ گرمائش کی وجہ سے انسان اس مسئلے کا شکار ہو رہے ہیں۔

گرم موسم میں جسم سے پسینے کا اخراج بڑھ جاتا ہے اور یہ عمل جسم میں پانی کی کمی کا باعث بنتا ہے۔ اس کے نتیجے میں پیشاب میں کیلشیم اور دیگر دھاتوں کی مقدار بڑھ جاتی ہے اور اس سے گردوں میں پتھری بننے لگتی ہے۔ امریکا میں ہر سال پانچ لاکھ افراد میں گردوں کی پتھری تشخیص ہوتی ہے، جب کہ پچھلے دس برسوں کے دوران دنیا بھر میں گردے کی پتھری کے مریضوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔ بڑی عمر کے افراد میں گردوں کی پتھری کا مسئلہ زیادہ ہوتا ہے، مگر بچوں میں بھی اس کی شرح ربع صدی کے دوران کئی گنا بڑھ گئی ہے۔

محققین کے مطابق جن شہروں کا درجۂ حرارت نقطۂ انجماد کے آس پاس ہوتا ہے، ان کے رہائشوں میں بھی گردے کی پتھری کی تشخیص ہوئی ہے۔ اس کا سبب سردی سے بچنے کے لیے جلائے جانے والے ہیٹر اور ایسے دوسرے انتظامات ہیں۔ انسان سردی کا توڑ کرنے کے لیے ان آلات کا سہارا لے کر اپنا کمرہ گرم کرتے ہیں جب کہ ان کی غذا اور معمولات میں بھی تبدیلی آجاتی ہیں۔ اس کا جسم پر گہرا اثر پڑتا ہے اور گردے میں پتھری ہونے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ (ماہنامہ فروزاں: ستمبر ۲۰۱۴ء، کراچی)

فضائی آلودگی صحتِ عامہ کے لیے سب سے بڑا خطرہ

عالمی ادارۂ صحت نے فضائی آلودگی کو دنیا میں صحتِ عامہ کے لیے سب سے بڑا خطرہ قرار دے دیا ہے۔ ایک نئی تحقیق کے مطابق یہ آلودگی دنیا میں مرنے والے ہر آٹھویں فرد کی موت کی وجہ ہے اور اس کی وجہ سے دنیا بھر میں صرف سنہ ۲۰۱۲ میں ۷۰ لاکھ افراد ہلاک ہوئے۔

ان ہلاکتوں میں سے بیشتر جنوبی اور مشرقی ایشیا کے غریب اور متوسط درجے کے ممالک میں ہوئیں اور نصف سے زیادہ اموات لکڑی اور کوئلے کے چولہوں سے اٹھنے والے دھوئیں کی وجہ سے ہوئیں۔ تحقیق کے نتائج میں کہا گیا ہے کہ مکانات کے اندر کھانا پکانے کے عمل کے دوران اٹھنے والے دھویں سے خواتین اور بچے سب سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ اگر صرف کھانا پکانے کے لیے محفوظ چولہے ہی فراہم کر دیے جائیں تو دنیا میں لاکھوں افراد کی جانیں بچ سکتی ہیں۔

دنیا میں ۲۰۱۲ء میں ۴۳ لاکھ اموات گھروں کے اندر کی فضا کی آلودگی خصوصا ایشیا میں لکڑیاں جلا کر یا کوئلوں پر کھانا پکانے کے دوران اٹھنے والے دھویں کی وجہ سے ہوئیں جبکہ بیرونی فضا میں آلودگی کی وجہ سے مرنے والوں کی تعداد ۳۷ لاکھ کے لگ بھگ رہی جن میں سے ۹۰ فیصد کے قریب ترقی پذیر ممالک میں تھے۔

ڈبلیو ایچ او کا کہنا ہے کہ بیرونی فضائی آلودگی چین اور بھارت جیسے ممالک کے لیے بڑا مسئلہ ہے جہاں تیزی سے صنعت کاری ہو رہی ہے۔ کنگز کالج لندن کے ماحولیاتی تحقیقاتی گروپ کے ڈائریکٹر فرینک کیلی کا کہنا ہے کہ ’’ہم سب کو سانس لینا ہوتا ہے اس لیے ہم اس آلودگی سے بچ نہیں سکتے۔ ماہرین کے مطابق فضائی آلودگی کی وجہ سے سانس کے ساتھ ہمارے پھیپھڑوں میں ایسے ننھے ننھے ذرات چلے جاتے ہیں جو

بیماری کا باعث بنتے ہیں۔سائنسدانوں کے خیال میں فضائی آلودگی دل کی سوجن کی وجہ بھی بنتی ہے جس کی وجہ سے دل کا دورہ پڑنے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ڈبلیو ایچ او کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ دنیا میں ۲۰۱۲ء میں ۴۳ لاکھ اموات گھروں کے اندر کی فضا کی آلودگی خصوصا ایشیا میں لکڑیاں جلا کر یا کوئلوں پر کھانا پکانے کے دوران اٹھنے والے دھویں کی وجہ سے ہوئیں جبکہ بیرونی فضا میں آلودگی کی وجہ سے مرنے والوں کی تعداد ۳۷ لاکھ کے لگ بھگ رہی جن میں سے ۹۰ فیصد کے قریب ترقی پذیر ممالک میں تھے۔اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہم ماسک پہن کر یہ پیغام دیتے ہیں کہ ہم آلودہ فضا میں سانس لینے کیلیے تیار ہیں جبکہ ہمیں آلودگی ختم کرنے کے لیے اپنے طرزِ زندگی کو بدلنے کی ضرورت ہے۔

فرینک کیلی: رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ترقی پذیر ممالک میں مردوں کے مقابلے میں خواتین کے فضائی آلودگی سے متاثر ہونے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔

دیگر ماہرین کا کہنا ہے کہ آلودگی پر قابو پانے کے لیے اس سلسلے میں مزید تحقیق کی ضرورت ہے کہ اس کے مہلک ترین اجزا کی نشاندہی کی جائے۔امپیریئل کالج لندن کے ماجد عزتی کا کہنا ہے کہ ''ہم نہیں جانتے کہ صحارا کے صحرا کی گرد اتنی ہی خطرناک ہے جتنا کہ ایندھن یا کوئلے کا دھواں۔''

فرینک کیلی کا کہنا ہے کہ فضائی آلودگی سے بچنے کے لیے چہرہ ڈھانپنے والے ماسک یا نقاب کا بھی دیرپا فائدہ نہیں۔ ''اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہم ماسک پہن کر یہ پیغام دیتے ہیں کہ ہم آلودہ فضا میں سانس لینے کے لیے تیار ہیں جبکہ ہمیں آلودگی ختم کرنے کے لیے اپنے طرز زندگی کو بدلنے کی ضرورت ہے۔'' (فروزاں، کراچی، مئی ۲۰۱۴)

آلودگی اور اسلام

اس وقت ماحولیاتی مسئلہ ایک عالمی مسئلہ بن چکا ہے، بلکہ عالمی مصیبت اور آفت کی شکل اختیار کر گیا ہے۔حکومتیں اس کے لیے فکر مند ہیں، عدالتیں سخت فیصلے سنا رہی ہیں۔ملکی اور بین الاقوامی تنظیمیں آلودگی ختم کرنے، اس کے نقصانات سے انسان اور انسانی معاشرہ کو بچانے کے لیے کوشاں ہیں۔کانفرنسیں منعقد ہو رہی ہیں،عوامی بیداری پیدا کی جارہی ہیں،حکومتوں کو پابند کیا جارہا ہے، اور آلودگی پیدا کرنے والے عوامل کی شناخت کر کے ان پر قدغن لگانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ان حالات میں ہمارے لیے یہ بات بہت اہم ہو جاتی ہے کہ اس معاملہ میں اسلامی تعلیمات کو نمایاں کیا جائے۔قرآن وحدیث میں اس کے متعلق جو کچھ رہ نمائی ہو اس کو دنیا والوں کے سامنے پیش کیا جائے۔اور یہ حقیقت ہے کہ قرآن وحدیث میں ماحولیات کے متعلق، اور آلودگی سے تحفظ کے بارے واضح رہ نمائی موجود ہے۔اس حالت میں اگر ہم یہ تعلیمات دنیا والوں کے سامنے پیش کریں اور خود بھی عمل پیرا ہوں تو اس سے انسانیت کو ایک نئی راہ ملے گی اور یہ شریعت اسلامی کی ابدیت اور آفاقیت کی دلیل بھی ہوگی۔

آلودگی ، ایک فساد ہے ۔

آلودگی ایک طرح کا فساد ہے،جس میں تباہی اور بربادی کے سوا کچھ نہیں ، بلکہ موجودہ دور کی آلودگی کی اکثر صورتیں تو فساد کی جڑ کہی جاسکتی ہیں۔اور قرآن کریم نے فساد وافساد سے بڑی سخت ممانعت فرمائی ہے۔

ولاتفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا.(۱)اعراف : ۵۶

اور زمین میں فساد مت پھیلاؤ اس کی اصلاح کے بعد۔

اور ایک جگہ یوں ارشاد ہے:

کلو واشربوا من رزق اللّٰہ ولا تعثوا فی الارض مفسدین.(۲)

بقرہ : ٦٠

کھاؤ اور پیو اللہ کی روزی میں سے اور زمین میں فساد پھیلاتے ہوئے مت پھیرو۔

اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کے فوائد حاصل کرنے سے منع نہیں فرمایا ہے، اس لئے کہ یہ زندگی گزارنے کے لئے ضروری ہے، مگر بگاڑ پیدا کرنے سے ضرور روکا ہے، اس لئے کہ یہ ایک ایسا چہار سو پھیلا ہوا فساد ہے جو ابھرنے کے بعد دب نہیں سکتا۔

فساد کا قرآنی مفہوم

دراصل نظامِ فطرت کو بدل دینے، اس میں بگاڑ پیدا کرنے اور انسانی ماحول اور گرد و پیش کی صفائی ستھرائی، امن وسلامتی، سکون و اطمینان کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو انتظام وانصرام کیا ہے، اس کی خلاف ورزی کرنے کا نام 'فساد' ہے۔

اہل لغت فساد کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الفساد فی أصل اللغة: هو تغير الشيئ عن الحال السليمة و خروجه عن الاعتدال. فهو ضد الصلاح، يقال فسد اللبن والفاكهة والهواء إذا اعتراه تغير أو عفونة حتى أصبح غير صالح ثم استعمل لغة فی جميع الأشياء والأمور الخارجة عن نظام الاستقامة كالبغی والظلم والفتنة وعليه قوله تعالىٰ: ﴿ظهر الفساد فی البر والبحر﴾

ترجمہ: فساد کا معنی لغت میں کسی چیز کی درستگی کا ختم ہو جانا اور اس کا اعتدال سے نکل

جانا ہے۔’’فساد‘‘ ’’صلاح‘‘ کی ضد ہے۔’’فسد اللبن ‘‘ دودھ خراب ہوگیا، میوہ خراب ہوگیا، ہوا خراب ہوگئی، وغیرہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کہ اس میں تغیر آجائے، تعفن پیدا ہوجائے۔ اور قابل استعمال نہ رہے۔ پھر بعد میں فساد کا لفظ لغوی اعتبار سے ان تمام اشیاء اور امور کے لئے استعمال کیا جانے لگا جو نظام استقامت سے نکل گئے ہوں، جیسے بغاوت، ظلم، فتنہ۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿ظهر الفساد فی البر و البحر﴾ اسی معنی میں ہے۔

فساد کے مذکورہ معنی کو ماحولیاتی آلودگی کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ بات واضح طور پر سمجھ میں آتی ہے کہ قرآن میں مذکور فساد کا لفظ ماحولیاتی آلودگی پر بھی صادق آتا ہے اور جہاں جہاں قرآن نے فساد سے منع کیا ہے اس میں ماحولیاتی آلودگی کی ممانعت بھی شامل ہے؛ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ماحولیاتی آلودگی کے سبب انسانی دنیا کو جن نقصانات کا سامنا ہے اور جس فساد کے راستے پر دنیا گامزن ہے، قرآن کی نظر میں کفر کے بعد وہی سب سے بڑا فساد ہے، آج بالخصوص ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک اس میدان میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی محنت کرتے ہیں، دفاعی ساز وسامان کی تیاری درحقیقت فساد کے نئے راستے ڈھونڈنے کا نام ہے، فی زمانناز مین کے اکثر حصوں پر خون کی ہولیاں کھیلی جارہی ہیں، انسان کا گرم اور گراں قیمت خون گندے نالوں کے میلے پانی کی طرح بہہ رہا ہے، جدید ہتھیاروں، بموں، میزائلوں نیز ایٹمی اسلحہ کے استعمال سے فضائی آلودگی کے سبب انسانی آبادی کے باشندے موت و زیست اور مفلوجی کا شکار ہورہے ہیں، زرعی پیداوار میں آہستہ آہستہ کمی آرہی ہے، زمین کاشت کی صلاحیتوں سے محروم ہوتی جارہی ہے، انہیں فاسد ذہنیت کے حاملین کے بارے میں قرآن کریم نے کہا ہے:

﴿ومن الناس من يعجبک قوله فی الحیوة الدنیا ویشهد اللّٰه علی مافی قلبه وهو ألد الخصام، و إذا تولی سعی فی الأرض لیفسد فیها ویهلک الحرث والنسل و اللّٰه لایحب الفساد، وإذا قیل له اتق اللّٰه أخذته العزة بالإثم فحسبه جهنم ولبئس المهاد.﴾(۱) بقره : ۲۰۴-۲۰۶.

ترجمہ: اورلوگوں میں ایسا شخص بھی ہے جس کا کلام دنیوی زندگی کے بارے میں آپ کو اچھا لگتا ہے، اور وہ اللہ کو گواہ بناتا ہے اس پر جو اس کے دل میں ہے، حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے۔ اور جب وہ واپس لوٹتا ہے تو زمین میں کوشش کرتا ہے تاکہ اس میں فساد پھیلائے اور وہ کھیتی اور جانوروں کو برباد کرتا ہے اور اللہ کو فساد پسند نہیں ہے اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر تو اسے بڑائی گناہ پر ابھارتی ہے۔ پھر اس کے لئے جہنم کافی ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام رازی لکھتے ہیں:

فالمراد أن ذلک الفسادعظیم لاأعظم منه لأن المراد منها علی التفسیر الأول اهلاک النبات والحیوان وعلی التفسیر الثانی اهلاک الحیوان بأصله وفرعه وعلی الوجهین فلا فساد أعظم منه فان قوله "ویهلک الحرث والنسل" من الالفاظ الفصیحة جدًا الدلالة مع اختصارها علی المبالغة الکثیرة.

ترجمہ: اس بات کا بیان کرنا مراد ہے کہ یہ فساد وبگاڑ فساد عظیم ہے، اس سے بڑا کوئی فساد نہیں، اس لئے کہ اس کی مراد پہلی تفسیر کی بنیاد پر حیوانات ونباتات کو ہلاک و برباد کرنا ہے اور دوسری تفسیر کی بنیاد پر حیوانات کو ان کی اصل وفرع کے ساتھ

نیست ونابود کردینا ہے، خواہ کوئی بھی تفسیر کی جائے بہر حال اس سے بڑا کوئی فساد نہیں۔لہٰذا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ''ویھلک الحرث و النسل''بہت فصیح الفاظ پر مشتمل ہے جومختصر ہونے کے باوجود بہت زیادہ مبالغہ پر دلالت کرتا ہے۔)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ معارف القرآن میں صلاح وفساد کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

صلاح کے معنی درستی اور فساد کے معنی خرابی کے آتے ہیں، امام راغبؒ نے مفردات القرآن میں فرمایا کہ فساد کہتے ہیں کسی چیز کے اعتدال سے نکل جانے کو،خواہ یہ نکلنا تھوڑا سا ہو یا زیادہ،اور ہر فساد میں کمی بیشی کا مدار اسی اعتدال سے خروج پر ہے،جس قدر خروج بڑھے گا فساد بڑھے گا۔

اس آیت (ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا) میں جو یہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب زمین کی اصلاح ودرستی فرمادی تو اس کے بعد تم اس میں فساد اور خرابی نہ ڈالو،اس میں زمین کی درستی کرنے کے دو مفہوم ہوسکتے ہیں،ایک ظاہری درستی کہ زمین کو کھیتی اور درخت اُگانے کے قابل بنایا، اس پر بادلوں سے پانی برسا کر زمین سے پھل پھول نکالے،انسان اور دوسرے جانداروں کے لئے زمین سے ہر قسم کی ضروریات زندگی اور آسائش کے سامان پیدا فرمائے۔

دوسرا مفہوم یہ ہے کہ زمین کی باطنی اور معنوی اصلاح فرمائی،اس طرح کہ زمین پر اپنے رسول،اپنی کتابیں اور ہدایات بھیج کر اس کو کفر وشرک اور گمراہی سے پاک کیا،اور ہوسکتا ہے کہ یہ دونوں مفہوم یعنی ظاہری اور باطنی ہر طرح کی اصلاح اس آیت میں مراد ہو،تو اب معنی آیت کے یہ ہوگئے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو ظاہری اور باطنی طور پر درست فرمادیا ہے،اب تم اس میں اپنے گناہوں اور نافرمانیوں کے ذریعے فساد نہ مچاؤ،اور خرابی

پیدا نہ کرو۔

جس طرح اصلاح کی دوقسمیں ظاہری اور باطنی ہیں اسی طرح فساد کی بھی دو قسمیں ہیں، زمین کی ظاہری اصلاح تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسا جسم بنایا ہے کہ نہ پانی کی طرح نرم ہے جس پر قرار نہ ہو سکے، اور نہ پتھر لوہے کی طرح سخت ہے جس کو کھودا نہ جا سکے، ایک درمیانی حالت میں رکھا گیا ہے، تا کہ انسان اس کو نرم کر کے اس میں کھیتی اور درخت اور پھول پھل اُگا سکے، اور کھود کر اس میں کنویں، خندقیں اور نہریں بنا سکیں، مکانات کی بنیادیں مستحکم کر سکیں، پھر اس زمین کے اندر اور باہر ایسے سامان پیدا فرما دیئے جن سے زمین کی آبادی ہو، اس میں سبزی اور درخت اور پھول پھل اُگ سکیں، باہر سے ہوا، روشنی، گرمی، سردی پیدا کی، اور پھر بادلوں کے ذریعے اس پر پانی برسایا جس سے درخت پیدا ہو سکیں، مختلف ستاروں اور سیاروں کی سرد گرم کرنیں ان پر ڈالی گئیں، جن سے پھولوں پھلوں میں رنگ اور رس بھرے گئے، انسان کو فہم وعقل عطا کی گئی، جس کے ذریعہ اس نے زمین سے نکلنے والے خام مواد لکڑی، لوہا، تانبہ، پیتل، ایلیومنیم وغیرہ کے جوڑ توڑ لگا کر مصنوعات کی ایک نئی دنیا بنا ڈالی، یہ سب زمین کی اصلاح ظاہری ہے جو حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے فرمائی۔ اس طرح گویا زمین کی مکمل اصلاح ظاہری اور باطنی ہوگئی، اب حکم یہ ہے کہ ہم نے اس زمین کو درست کر دیا ہے تم اس کو خراب نہ کرو۔

جس طرح اصلاح کی دوقسمیں ظاہری اور باطنی بیان کی گئی ہیں اسی طرح اس کے بالمقابل فساد کی بھی دوقسمیں ظاہری اور باطنی ہیں، اور اس ارشاد ربانی کے ذریعہ دونوں ہی کی ممانعت کی گئی ہے۔ (معارف القرآن: ۱/۵۸۰-۵۸۱)

ماحولیات کے تحفظ کے لئے مختلف اسلامی احکام

(۱) فضول خرچی کی ممانعت

آلودگی کا ایک سبب فضول خرچی اور قدرتی وسائل کا بے دریغ استعمال بھی ہے، اسلام نے اس قسم کے بے جا اور فضول استعمال سے منع کیا ہے، تا کہ ہر شخص اپنی ضرورت پوری کر سکے۔ ظاہری بات ہے کہ جب ایک طبقہ غیر ذمہ دارانہ طریقے سے بے حدوحساب کسی چیز کا استعمال کرے گا تو دوسرا طبقہ یقیناً محروم رہے گا،اس لئے کہ نظام کائنات میں ہر چیز ضرورت کے مطابقپیدا کی گئی ہے۔قرآن کریم نے اس پر روک ٹوک لگاتے ہوئے اپنے ماننے والوں کو یہ تعلیم دی ہے:

إنا كل شيئ خلقناه بقدر (قمر : ۴۹)

ترجمہ: ہم نے ہر چیز متعینہ مقداراوراندازے کے مطابق پیدا کی ہے۔

دوسرے مقام پراللہ تعالی ارشادفرماتے ہیں:

﴿ولا تبذر تبذيرا إن المبذرين كانوا إخوان الشيطين وكان الشيطن لربه كفورا.﴾ (بنی اسرائیل :۲۶-۲۷)

ترجمہ : اورفضول خرچی مت کرو۔اس لئے کہ فضول خرچ کرنے والے لوگ شیطان کے بھائی ہیں اورشیطان اپنے رب کا بڑاناشکرا ہے۔

آج کل ترقی یافتہ کہلانے والے ممالک ،جنہیں اپنی ظاہری ترقی پر ناز ہےاور جو عدل وانصاف ،اخلاق وتہذیب اورڈسپلن کا علم اٹھائے پورے عالم میں ہنگامہ برپا کئے ہوئے ہیں،سب سے زیادہ اس جرم کے مرتکب ہیں۔بے انصافیاں ان کے یہاں ہیں، بےاعتدالیاں ان کے یہاں زور پکڑ رہی ہیں،کمزوروں اورمجبوروں کے حقوق ان کے

یہاں ختم ہو رہے ہیں، قدرت کے وسائل بےفکری کے ساتھ ان کے یہاں ضائع کیے جا رہے ہیں۔ چنانچہ تنہا امریکہ 35 فیصد آلودگی کا ذمہ دار ہے اور وسائل کے استعمال کی شرح بھی اتنی ہی ہے، جبکہ وہ دنیا کی آبادی کا صرف پانچ فیصد ہے۔

آسمانی قانون اور اللہ کا حکم ہے کہ جب کسی قوم یا طبقہ اور گروہ کو خوش حالی نصیب ہوتی ہے، پیداوار کی کثرت ہو جاتی ہے اور وسائل و اسباب کی بہتات اس کو میسر آتی ہے تو اس کے دل میں شیطانی امنگیں جوش مارنے لگتی ہیں، حکم سے حد تجاوزی کرنے کا جذبہ ابھرتا ہے اور بالآخر اللہ کی رضا و ناراضگی کو پسِ پشت ڈالتے ہوئے شیطانی ذہنیت کے ساتھ وہ خدا کی نعمتوں کا بےتحاشہ استعمال کرنے لگتا ہے۔ اور پھر اللہ کی جانب سے اس قوم اور طبقہ کی پکڑ شروع ہو جاتی ہے۔ اور اللہ کی پکڑ اتنی سخت ہوتی ہے کہ کوئی بھی فرد اس کے چنگل سے چھوٹ نہیں سکتا۔ ہلاکت و تباہی اس قوم کا مقدر بن جاتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وإذا اردنا ان نهلك قرية أمرنا مترفيها ففسقوا فيها فحق عليها القول فدمرناها تدميرا. بنی اسرائیل : ۱۶

ترجمہ: اور جب ہم ارادہ کرتے ہیں کہ کسی بستی کو ہلاک کریں تو ہم وہاں کے خوش حال لوگوں کو حکم دیتے ہیں، پھر وہ اس میں فسق و فساد کرتے ہیں، پھر ان پر عذاب کا کلمہ ثابت ہو جاتا ہے پھر ہم اسے تباہ کر دیتے ہیں۔

آیت کریمہ سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ خدا کے عذاب کا مستحق بننے والی قوم اولاً مال و متاع اور اسباب و وسائل کی فراوانی رکھتی ہوگی، بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور آزمائش اسے فراوانی دی جائے گی، اور پھر اسی کے گھمنڈ میں وہ اس کا بے جا استعمال کرے گی اور خدا کا عذاب اس پر مسلط ہوگا۔

اس آیت کی روشنی میں ذرا غور کیجئے کہ کیا آلودگی پھیلا کر خدا کے حکم سے روگردانی کرنے والی آج کی یہ مہذب دنیا اپنی ہلاکت و بربادی کا سامان بذات خود مہیا نہیں کر رہی ہے؟ اور اس حال میں وہ ہلاکت و بربادی کے آخری کنارے پر نہیں کھڑی ہے؟

(۲) نظافت کی تعلیم

یہ ایک حقیقت ہے کہ پاکی، صفائی اور نظافت میں ایک طرح کی کشش ہے، یہ فطرت سلیمہ کا حصہ ہے، عموماً انسان خود بھی صاف رہنے کو پسند کرتا ہے اور دوسروں سے بھی صفائی کی توقع رکھتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے صفائی اور نظافت کو اپنی محبوب چیز قرار دے کر صفائی اور نظافت کا اہتمام کرنے والوں کو بھی اپنا محبوب قرار دیا ہے:

﴿ ان اللّٰہ یحب التوابین ویحب المتطھرین﴾بقرہ : ۲۲۲

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت فرماتے ہیں اور پاک رہنے والوں سے محبت فرماتے ہیں۔

اسلام نے صرف ذاتی اور شخصی نظافت کا حکم نہیں دیا، بلکہ انفرادی و اجتماعی دونوں پہلوؤں پر آخری درجہ تک پاکیزگی اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے۔ اس باب میں اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام نے ان تمام ذرائع پر پہلے سے روک لگا دی ہے جن سے کسی خاص فرد کی طبیعت سلیمہ کو گزند پہنچے یا عام لوگوں کو تکلیف کا سامنا کرنا پڑے، اپنی صفائی ہو یا گھر کی، ماحول اور پڑوس کی نظافت کا مسئلہ ہو یا بستی کی سڑکوں، ندیوں، نالوں اور عام گزرگاہوں کی حفاظت کا؛ ہر اعتبار سے اسلام نے اپنے معتقدین اور دنیا کے انسانوں کو راہ دکھائی ہے، فقہ اسلامی کا ایک باب ہی ''باب الطھارت'' کے نام سے معروف ہے اور اسلامی عبادات کی قبولیت کا دارومدار بھی جسم

اور جگہ کی طہارت سے متعلق ہے۔

قبا والے جب قضائے حاجت سے پاکیزگی وصفائی کے لئے فارغ ہوتے تو ڈھیلے کے استعمال کے ساتھ پانی کو بھی استعمال کرتے تھے، نظافت در نظافت کا یہ اعلی معیار اللہ تعالی کو بڑا پسند آیا اور اللہ تعالی نے قرآن میں ان کی تعریف فرمائی، اور یہ ان کی ایسی خوبی قرار پائی کہ اس کی وجہ سے ان کو اور ان کی تعریف کو بھی دوام نصیب ہو گیا۔

﴿لمسجد أسس على التقوى من أول يوم أحق أن تقوم فيه، فيه رجال يحبون أن يتطهرو، والله يحب المطهرين﴾توبه : ۱۰۸

ترجمہ: البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد تقوے پر رکھی گئی ہے، پہلے دن سے وہ اس کی زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں، اس لیے کہ اس میں ایسے مرد ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں۔ اور اللہ بھی پاک رہنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔

قبا والوں کی تعریف میں یہ آیت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبا والوں کو بلا کر ان سے صورت حال معلوم کی، انہوں نے عرض کیا کہ ''ہم لوگ بول و براز کے بعد صرف ڈھیلے پر اکتفا نہیں کرتے، بلکہ پانی سے بھی استنجاء کرنا پسند کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''هو ذاک فعليكموه'' اچھا، اسی وجہ سے باری تعالیٰ نے تمہاری تعریف کی ہے۔ تم لوگ اس عمل کو پابندی کے ساتھ کرتے رہو۔

علامہ قرطبیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

أثنى الله سبحانه وتعالىٰ في هذه الآية على من أحب الطهارة وآثر النظافة. (قرطبی : ۸-۲۶۱

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آیت میں ان لوگوں کی تعریف کی ہے جو طہارت کو پسند کرتے

ہیں اور نظافت کو ترجیح دیتے ہیں۔

آج کل ٹائلٹ پیپر کا استعمال اتنا عام ہوگیا ہے کہ یورپ سے لے کر برصغیر ہندوستان و پاکستان کے شہر و دیہات بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے، لوگ پانی کے استعمال سے بے توجہی برتتے ہیں، حالانکہ اس کے بڑے نقصانات ہیں اور ایسا نہیں ہے کہ وہ دنیا کی نظروں سے نہ گزرے ہو۔ جسم انسانی اسی کی وجہ سے بہت ساری ظاہر و باطنی بیماریوں کا شکار ہے۔

''ہارے اسٹریٹ، لندن کے مشہور ومعروف ڈاکٹر کنین ڈیوس نے یورپی قوم کو اس بات سے آگاہ کیا تھا کہ اگر تم اسی طریقہ سے زندگی گزارتے رہے تو پھر تم لوگ بہت جلد مندرجہ ذیل امراض کے شکار ہونگے:

(۱) شرمگاہ کا کینسر۔ (۲) بھگندر یا فسچولہ۔

(۳) جلدی انفکشن (Skin Infections)۔

(۴) پھپھوند کے امراض (Viral Diseases)

حقیقت یہ ہے کہ اسلام وہ واحد مذہب ہے جس نے پاکیزگی اور صفائی کو سب سے زیادہ اہمیت دی ہے، اور اس کا اعتراف مسلمان اور اسلام سے سخت نفرت کرنے والے اہل مغرب کو بھی ہے۔ چنانچہ ایک مستشرق ''جانٹ ملن'' کہتا ہے: اسلام پاکیزگی اور صفائی کا مذہب ہے۔

صالح بن حسان کہتے ہیں میں نے سعید بن مسیّب کو فرماتے ہوئے سنا:

إن اللّٰه طيب يحب الطيب، نظيف يحب النظافة، كريم يحب الكرامة، جواد يحب الجواد، فنظفوا أراه قال: أفنئتكم ولاتشبهو باليهود، قال فذكرت ذلك لمها جربن مسمار

فقال حدثنيه عامر ابن سعيد عن أبيه عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم مثله، إلا انه قال نظفوا أفنئتكم. (ترمذی : ۲، باب ما جاء فی النظافة ، ص: ۱۰۷

ترجمہ: بلا شبہ اللہ پاکیزہ ہے اور پاکیزگی کو پسند کرتا ہے، صاف ستھرا ہے صفائی ستھرائی کو پسند کرتا ہے، داتا ہے سخاوت کو پسند کرتا ہے، لہٰذا تم صاف اور پاکیزہ رہوا۔ (راوی کہتے ہیں) میرا خیال ہے کہ انہوں نے فرمایا: اپنے صحنوں کو یعنی صحنوں کو صاف ستھرا رکھو، اور یہود کے ساتھ مشابہت اختیار مت کرو، راوی کہتے ہیں کہ اس کا ذکر میں نے مہاجر بن مسمار سے کیا تو انہوں نے کہا کہ عامر بن سعید نے اپنے والد کے حوالہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کیا ہے اور اس میں صاف طور پر یہ الفاظ موجود ہیں نظفوا أفنئتكم: اپنے صحنوں کو صاف کرو

اسی طرح خصال فطرت (تمام انبیاء کی سنت) ناخون کٹوانا، بغل کے بال اکھاڑنا، موئے زیر ناف صاف کرنا، موچھیں تراشنا، داڑھی بڑھانا وغیرہ طہارت و نظافت ہی کے قبیل سے ہے۔

(۳) اجتماعی ماحول کی آلودگی سے حفاظت۔

بعض مواقع پر لوگوں کی بہت بھیڑ ہوتی ہے، مختلف جگہوں اور مختلف مزاج و مذاق مختلف ذہنیت اور مختلف طبقات کے لوگ جمع ہوتے ہیں؛ جیسے سیمینار، ریلی، جلسہ وجلوس اورعیدین وجمعہ میں لوگوں کا جم غفیر ہوتا ہے، ایسے موقع پر اسلامی احکام میں صفائی ستھرائی کا خاص خیال رکھا گیا ہے تاکہ لوگوں کو ذہنی اذیت اور طبعی ناگواری نہ ہو، اسلام نے ایسے مواقع پر شریک ہونے والوں کو چند باتوں کی جانب توجہ دلائی ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اجتماع عام، جمعہ وعیدین کے موقع سے ہوتا تھا، اس لئے جمعہ کے

سلسلہ میں خصوصیت کے ساتھ ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں کہ جمعہ کے دن غسل کرو، خوشبو لگاؤ، تمہارے پاس جو سب سے عمدہ، پاکیزہ اور صاف ستھرا کپڑا موجود ہو، اس کو پہن کر کے جمعہ وعیدین کے لئے جاؤ تاکہ ایک دوسرے کے گندے لباس اور پسینہ سے کسی کو تکلیف نہ ہو اور خوش گوار ماحول ناسازگار ماحول میں تبدیل نہ ہو جائے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک مشہور صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا یغتسل رجل یوم الجمعة ویتطهر مااستطاع من طهر، ویدهن من دهنه، أو یمس من طیب بیته ثم یخرج، فلا یفرق بین اثنین، ثم یصلی، کتب له، ثم ینصت إذا تکلم الإمام، إلا غفر له ما بینه وبین الجمع الاخری.(بخاری شریف، باب الدهن للجمعة : ۸۴۳)

ترجمہ: جو شخص جمعہ کے دن غسل کرتا ہے وسعت کے بقدر اپنے بدن و کپڑے کی خوب صفائی کرتا ہے، تیل لگاتا ہے اور گھر میں موجود خوشبو استعمال کرتا ہے پھر مسجد کے لئے نکل جاتا ہے اور مسجد پہنچ کر دو آدمیوں کے درمیان بیٹھ کر دونوں میں جدائی پیدا نہیں کرتا، پھر جمعہ کی نماز ادا کرتا ہے اور جب امام خطبہ دیتا ہے تو خاموش رہتا ہے ایسے شخص کی وہ تمام غلطیاں معاف کردی جاتی ہیں جو اس نے اس جمعہ اور دوسری جمعہ کے درمیان کی تھیں)

اس قسم کے فرمان رسالت کی حکمت ومصلحت کیا ہے؟ آیئے ایک دوسری حدیث کی روشنی میں سمجھتے ہیں:

حضرت عکرمہؒ سے مروی ہے کہ عراق کے کچھ لوگ حضرت ابن عباسؓ کے پاس

آئے اور عرض کیا اے ابن عباس! کیا آپ کے خیال میں جمعہ کے دن غسل کرنا ضروری ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں: لیکن غسل بہت پاک کرنیوالا ہے، اور بہت بہتر ہے کہ جمعہ کے لئے غسل کیا جائے اور جو نہ کرے، تو اس پر واجب بھی نہیں ہے۔ میں تمہیں بتلاتا ہوں کہ غسل کیسے شروع ہوا، لوگ غریب محتاج تھے، اون پہنتے تھے، اپنی پشت پر کام کرتے تھے، مسجد نبوی تنگ تھی، اس کی چھت قریب اور نیچی تھی، اور ایک چھپر کے مانند تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ گرمی کے دن میں گھر سے باہر نکلے یعنی مسجد میں آئے، لوگ اونی کپڑوں میں پسینہ سے تر بتر تھے، جس سے بدبو پیدا ہو رہی تھی، جس کی وجہ سے ایک دوسروں کو تکلیف پہنچ رہی تھی، یہ بدبو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی محسوس ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب یہ دن آئے تو غسل کرو اور تمہارے پاس جو اچھی خوشبو یا تیل ہو اسے لگاؤ اور پھر مسجد میں آؤ، عبداللہ ابن عباسؓ کہتے ہیں: پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مال دولت عطا کی، لوگ اون کی جگہ سوتی اور دوسرے قسم کے کپڑے پہننے لگے، کام میں بھی کفایت ہوگئی، مسجد کشادہ کردی گئی، پھر وہ چیز جاتی رہی، یعنی پسینہ جو تکلیف کا سبب بنتا تھا۔ لہٰذا یہ غسل واجب سے سنت ہوگیا۔

خلاصہ یہ کہ ذاتی و انفرادی زندگی کے ساتھ اجتماعی زندگی میں بھی صفائی اور پاکیزگی کو اہمیت دی جائے، حتی الامکان یہ کوشش کی جائے کہ کسی کو ذہنی یا جسمانی، کسی طرح کی اذیت یا تکلیف نہ پہنچے۔ اسی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں ان تمام راستوں اور طریقوں سے بھی بچا جانا چاہئے جن سے کسی قسم کی آلودگی پھیلتی ہو، کیونکہ اس سے بعض مرتبہ انسانوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچتا ہے، اور طرح طرح کے ایسے مہلک امراض پیدا ہوسکتے ہیں جن کے نتیجے میں انسانی ہلاکت و بربادی کا سلسلہ قائم ہوجائے گا، جیسا کہ آج یہ صورت حال ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔

(٤) پبلک مقامات کی حفاظت

ایسی جگہیں جو لوگوں کے اٹھنے بیٹھنے کی ہوں، سیر وتفریح کی ہوں اور جہاں لوگ موسم سرما میں دھوپ کھانے اور گرمی میں ہوا خوری کے واسطے آئے ہوں، گزرگاہیں اور سڑکیں ہوں یا پانی پینے، کپڑے دھونے یا جانوروں کو پانی پلانے کے مقامات ہوں ان جگہوں کو نجاست سے آلودہ کرنا اور اللہ کی مخلوق کو پریشان کرنا، اسلامی مزاج کے بالکل خلاف ہے، احادیث میں ان چیزوں کی ممانعت بہ صراحت وارد ہوئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

'دو ایسی چیزوں سے بچو جو لعنت کا سبب بنتی ہیں'۔

صحابہؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ دو چیزیں کیا کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الذی یتخلی فی طریق الناس أو فی ظلهم. (مسلم: ۱، ۳۵۶

وہ باعث لعنت عمل لوگوں کے راستوں یا سایہ حاصل کرنے کی جگہوں پر پیشاب پاخانہ کرنا ہے۔

ابوداؤد شریف کی روایت ہے، حضرت معاذ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اتقوا الملاعنة الثلاثة : البراز فی الموارد وقارعة الطریق والظل. (ابو داؤد مع البذل، ۱-۱۹-۱۸)

ترجمہ: تین ایسی چیزوں سے بچوں جو لعنت کا سبب ہیں۔ گھاٹوں، راستوں اور سایہ میں پاخانہ کرنے سے؛ کیونکہ ایسی جگہوں پر جو پاخانہ دیکھے گا وہ برا بھلا کہے گا

عن حذیفة ابن أسید أن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: من

أذى المسلمين فى طرقهم وجبت عليه لعنتهم.(مجمع الزوائد : ۱-۴۸۳)

حضرت حذیفہ بن اسید فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مسلمانوں کوانکے راستوں کے حوالے سے اذیت پہنچائی وہ انکی لعنت کا مستحق ہوگا

حدیث میں گرچہ سایہ کے مقامات کا ذکر ہے،مگرمحدثین نے صراحت کی ہے کہ ٹھنڈک کے موسم میں جن جگہوں پرلوگ کھڑے یا بیٹھے دھوپ سے گرمی حاصل کرتے ہیں وہ مقامات بھی ان جگہوں کے حکم میں ہیں جہاں موسم گرما میں لوگ ٹھنڈک اورسایہ حاصل کرتے ہیں۔مرقات میں ہے:

قال الأبهرى : ومواضع الشمس فى الشتاء كالظل فى الصيف، يعنى فى المواضع الذى يتشمسون ويتدفئون به كما فى البلاد الباردة اه ومثلها موارد الماء.(مرقاة: ۱-۱۵۳)

اسی طرح پھل داردرخت کے سائے میں حاجت کرنے سے منع کیا گیا:

عن ابن عمر قال نهى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أن يتخلى الرجل تحت شجرة مثمرة، ونهى أن يتخلى صنفة نهر جار.(مجمع الزوائد : ۱-۴۸۳)

احادیث اورمحدثین کی تحریروں کا حاصل یہ ہے کہ وہ تمام جگہیں ، جو انسانی ضرورتوں کے لئے استعمال میں آسکتی ہیں، یا جہاں لوگ بستے اور جمع ہوتے ہیں یا گزرتے ہیں اورجن چیزوں کو براہ راست استعمال میں لایا جاسکتا ہے،ان کوخراب اور آلودہ کرنا اورگندگی پھیلا کرخودکواوردوسروں کوبھی تکلیف میں مبتلا کرنا اسلامی تعلیمات

کی رو سے غلط اور مجرمانہ عمل ہے۔ ہر حال میں اس کی مذمت کی جانی چاہئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب استنجاء کے لئے جاتے تو آبادی سے بہت دور جاتے ابوداؤد شریف کی روایت ہے۔

عن المغيرة ابن شعبة أن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم كان إذا ذهب المذهب أبعد. (ابوداؤد مع البذل : ۱-۱)

ایک دوسری حدیث میں ہے: ''**إذا اراد البراز انطلق حتى لايراه أحد**''

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں:

كان النبی صلی اللّٰه عليه وسلم يذهب لحاجته الى المغمس، قال نافع نحو الميلين من مكة. (مجمع الزوائد ۱-۱۸۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لئے مغمس تک جاتے، حضرت نافع فرماتے ہیں: تقریبا مکہ سے دو میل کے فاصلے پر۔

صاحب بذل المجہود ''**اذا ذهب المذهب أبعد**'' کی تشریح میں فرماتے ہیں: لوگوں کی نگاہوں سے اتنا دور چلے جاتے تھے کہ کوئی آپ کو نہ دیکھ سکے، فرماتے ہیں کہ یہ اور اس طرح کی حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ادب کا تقاضا ہے کہ جو کوئی استنجاء کرنا چاہے وہ لوگوں کی نگاہوں سے اتنا دور چلا جائے کہ نہ اس کا جسم نظر آئے اور نہ اس کی ریح کی آواز سنی جائے، خواہ پردہ نزدیک ہی میں کیوں حاصل نہ ہو جائے۔

ذرا غور کیجئے کہ آج کل دیہات اور شہروں میں اس معاملہ میں کتنی بے احتیاطی برتی جارہی ہے؟ اسی کا نتیجہ ہے کہ لوگ آئے دن الگ الگ امراض اور پریشانیوں سے دوچار ہو رہے ہیں، فضا اور ماحول زہر آلود بن چکا ہے اور انسان کے پیدا کردہ راحت و آرام کے اسباب خود وبال زندگی بن کر رہ گئے ہیں۔

ماحول کے ارکان

ماحولیات اور ماحولیاتی آلودگی کو سمجھنے کے لیے ماحول کے ارکان اور بنیادی عناصر کو جاننا اور سمجھنا ضروری ہے، اس کے بغیر ماحولیاتی آلودگی، اس کے نقصانات اور متعلقہ اسلامی تعلیمات سے واقفیت دشوار ہے۔ ماحول کے ارکان کو ہم جاندار اور بے جان زمروں میں بھی تقسیم کر سکتے ہیں اورسہولت کے لیے زمینی، آبی اور ہوائی ارکان میں بھی تقسیم کر سکتے ہیں۔آلودگی اوراس کے نقصانات پرتحقیق کرنے والے ماہرین آج کل ایک اورقسم کا اضافہ کرتے ہیںاور وہ ہے :صوتی یا شورآلودگی۔ذیل میں ہم ان ارکان کے متعلق اسلامی تعلیمات، ان کی آلودگی اور نقصانات اور آلودگی سے تحفظ کے متعلق اسلامی تعلیمات پر تفصیلی گفتگوکریں گے۔ان شاءاللہ۔

زمین

زمین مٹی باری تعالیٰ کی انتہائی قیمتی نعمت ہے، یہ پہاڑ اور چٹان کے ریزہ ریزہ ہونے سے وجود میں آئی ہے،اس عمل میں کئی برسوں لگ جاتے ہیں، جو کیمیائی اجزاء ان پتھروں میں ہوتے ہیں وہی ان سے بنی مٹی کا مزاج ہوتا ہے،اسی وجہ سے ہر جگہ کی مٹی کی تاثیر الگ ہوتی ہے وہ الگ الگ قسم کے پیڑ، پودوں اور کھیتی کی پرورش کرتی ہے۔

اس مٹی کی زرخیزی میں موجود ہزاروں قسم کے چھوٹے اور آنکھ سے نہ دکھائی دینے والے جانوروں کا بھی بہت اہم رول ہوتا ہے۔ یہ جاندار پودوں کے خاندان کے بھی ہوتے ہیں اور جانوروں کے خاندان کے بھی۔ یہ ننھے جاندار، مٹی میں موجود غذائی اجناس نیز جانوروں، پیڑ پودوں کے مردہ حصوں کو تحلیل کر کے مٹی کا جز بن جاتے ہیں۔ یہ ایک سائنسی حقیقت ہے کہ زمین پر موجود جانداروں سے کہیں زیادہ تعداد میں جاندار مٹی کے اندر ہیں،فرق اتنا ہے کہ ان کی اکثریت آنکھ سے دکھائی نہیں دیتی ایک تحقیق کے مطابق پودوں کی جڑوں کے گرد موجود مٹی کے ایک گرام میں اوسطا ۱۵ کروڑ بیکٹیریا موجود ہوتے ہیں ان تمام جانداروں کی بقا اور اس مٹی میں پرورش پانے والے پیڑ پودوں کی صحت وسلامتی کا براہ راست تعلق اسی مٹی اور اسکے ماحول سے ہمیشہ رہتا ہے۔(ماحول-ایک تعارف۔ڈاکٹر محمد اسلم پرویز)

ہماری زمین جس نظامِ شمسی میں شامل ہے اس کی وسعت کا یہ حال ہے کہ زمین سورج سے صرف ۱۵ کروڑ کلومیٹر دور ہے، جبکہ پلوٹو سیارے کا سورج سے فاصلہ ۱۱۵/ ارب ۹۱ کروڑ کلومیٹر ہے ہماری زمین کا قطر ۱۲۷۵۴ کلومیٹر ہے اور سورج کا قطر ۱۴ ۱۱ لاکھ میٹر ہے۔یعنی زمین سے ۱۰۹ گنا بڑا۔ جبکہ ہماری کہکشاں کا قطر ایک لاکھ ۱۷ کھرب

کلومیٹر ہے ،اس کہکشاں میں ایک کھرب ستارے پائے جاتے ہیں اور اب تک اسی کھرب سے زائد کہکشائیں دریافت ہو چکی ہیں۔

زمین اپنے محور کے گرد ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گھوم رہی ہے۔اگر یہ گردش ایک سو میل فی گھنٹہ ہوتی تو ہمارے دن اور رات موجودہ دن رات سے دس گنا زیادہ لمبے ہوتے ،زمین کی تمام ہریالی اور ہماری بہترین فصلیں سو گھنٹے کی مسلسل دھوپ میں جھلس جاتیں اور جو بچی رہتیں وہ لمبی سرد رات میں سردی کی نذر ہو جاتیں۔

زمین کا کرہ فضاء میں سیدھا نہیں کھڑا ہے، بلکہ ۲۳ درجے کا زاویہ بناتا ہوا ایک طرف جھکا ہوا ہے، یہ جھکاؤ ہمیں ہمارے موسم دیتا ہے،اس کے نتیجے میں زمین کا زیادہ سے زیادہ حصہ آبادکاری کے قابل ہو جاتا ہے اور مختلف قسم کے نباتات اور پیداوار حاصل ہوتی ہیں۔سورج اپنی غیر معمولی کشش سے ہماری زمین کو کھینچ رہا ہے ،اور اس کو وسیع ترین فضاء میں گر کر برباد ہو جانے سے روکتا ہے، اور زمین ایک مرکز گریز قوت کے ذریعے اس کی طرف کھینچ جانے سے اپنے آپ کو روکتی ہے اس طرح وہ سورج سے دور رہ کر فضاء کے اندر اپنا وجود باقی رکھے ہوئے ہے، اگر کسی دن زمین کی یہ قوت ختم ہو جائے تو وہ تقریباً ۶۰۰۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے سورج کی طرف کھنچنا شروع ہو جائے گی اور چند ہفتوں میں سورج کے اندر اس طرح جا گرے گی جیسے کسی بہت بڑے الاؤ کے اندر کوئی تنکا گر جائے۔اگر زمین کی اوپری پرت صرف دس فٹ اور موٹی ہوتی ،تو ہماری فضا میں آکسیجن کا وجود نہ ہوتا،جس کے بغیر انسانی اور حیوانی زندگی ناممکن ہوتی ،اسی طرح اگر سمندر چند فٹ اور گہرے ہوتے تو وہ کاربن ڈائی کسائیڈ اور آکسیجن جذب کر لیتے اور زمین کی سطح پر کسی قسم کی نباتات زندہ نہ رہ سکتیں، اگر آکسیجن ۲۱ فیصد کی بجائے (۵۰) فیصد یا اس سے زیادہ مقدار میں فضاء کا جز ہوتی تو سطح زمین کی تمام چیزوں میں

آتش پزیری کی صلاحیت اتنی بڑھ جاتی کہ ایک درخت کے آگ پکڑتے ہی سارا جنگل بھک سے اڑ جاتا۔

زمین کے گرد ہوا کا غلاف، اس انداز سے رکھا گیا ہے کہ زمین پر اس کا دباؤ مناسب رہے۔ تاکہ انسان سانس لینے میں دشواری محسوس نہ کرے اور باہر سے آنے والے شہاب ثاقب رگڑ سے ہی جل جائیں، شہاب ثاقب ہر روز اوسطا ۲ کروڑ کی تعداد سے ٦ سے ۴۰ میل فی سکنڈ کی رفتار سے کرہ ہوائی (ہوا کا غلاف) میں داخل ہوتے ہیں ،اگر یہ غلاف موجودہ کی نسبت لطیف ہوتا تو شہاب ثاقب زمین کے اوپر ہر آتش پذیر مادے کو جلا دیتے اور سطح زمین کو چھلنی کر دیتے ،اگر زمین کے اوپر سے ہوا کا یہ غلاف کھینچ لیا جائے تو تمام جاندار آکسیجن نہ ہونے کی وجہ سے ایڑیاں رگڑ کر مر جائیں۔

زمین کے فوائد:

دنیا کی وہ تمام چیزیں جن سے انسانی ضروریات متعلق ہیں، زمین کے رحم وکرم سے جدا نہیں کی جاسکتی۔ ہر ایک کا وجود مٹی کے اہم ترین عنصر سے ملا ہوا ہے۔اللہ تعالی نفسِ زمین کو بھی اپنا بڑا انعام شمار کروایا ہے اور قرآن میں جا بجا انسانیت پر اپنی اس نعمت کا اہمیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔اس لیے علماءِ اسلام نے زمین کے فوائد اور منافع پر تفصیلی گفتگو فرمائی ہے۔

امام فخر الدین رازیؒ نے زمین کے متعلق چند فوائد ذکر فرمائے ہیں:

(۱) اختلاف بقاع الأرض فمنها أرض رخوة، وصلبة ورملة و سبخة وحرة.(تفسیر کبیر : ۱-۴۹۵)

زمین کے حصوں کا مختلف الخاصیات اور متنوع الصفات ہونا ہے، چنانچہ بعض حصے ایسے ہیں جن میں نرمی پائی جاتی ہے بعض میں سختی بعض میں ریت ہیں؛ بعض

شوریدہ ہیں اور دیگرے سنگلاخ اور کنکڑیلے ہیں۔

اسی مضمون کو قرآن کریم نے اس الفاظ میں بیان کیا ہے:

وفی الأرض قطع متجاورات .(رعد: ۴)

اور زمین میں مختلف ٹکڑے ہیں جو پاس پاس واقع ہوئے ہیں۔

(۲) اختلاف ألوانها، فاحمر، وأبيض، وأسود، ورمادی اللون، اغبرد.(تفسير كبير :۴۹۵)

زمین کے رنگوں کا مختلف اور متعدد ہونا ہے؛ چنانچہ بعض علاقوں کی زمین سرخ، بعض کی سفید، بعض کی سیاہ، بعض کی خالی اور بعض کی غبار رنگ ہے۔

قرآن کریم میں اسی مفہوم کو یوں بیان کیا ہے:

﴿ومن الجبال جدد بيض وحمر مختلف ألوانها وغرابيب سود﴾(فاطر : ۲۷)

پہاڑوں میں بھی ایسے ٹکڑے ہیں جو رنگ برنگ کے سفید اور سرخ ہیں اور کالے سیاہ بھی۔

(۳) انصداعها بالنبات. نباتات کی وجہ سے زمین کا پھٹ جانا۔**(تفسير كبير :۴۹۵)**

یعنی معمولی طاقت کے حامل پودوں کا نرم ونازک شگوفہ سخت زمین کو چیرتا ہوا غودحاصل کرتا ہے اور اسی زمین سے رزق پا کر تناور درخت کی شکل وصورت اختیار کرتا ہے، جس سے ساری انسانیت اور چرند وپرند مستفید ہوتے ہیں۔

قرآن میں بھی زمین کی اس خصوصیت کا ذکر ہے، اللہ تعالی فرماتے ہیں:

والأرض ذات الصدع. (اور قسم ہے زمین کی جو پھٹ جاتی

ہے۔(طارق:۱۲)

(۴) **کونها خازنة للماء المنزل من السماء.** آسمان سے برسنے والے پانی کے ذخیرے کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔(**تفسیر کبیر : ۴۹۵**)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وانزلنا من السماء ماء بقدرفاسكناه فی الارض وإنا علی ذهاب به لقادرون.(مؤمنون : ۱۸)

ترجمہ: اور ہم نے آسمان سے مقدار کے ساتھ پانی برسایا پھر ہم نے اس کو زمین میں ٹھہرایا اور ہم اس کے معدوم کردینے پر قادر ہیں۔

زمین کے متعلق انسانی ذمہ داری

اللہ تعالی نے انسان کو اس روئے زمین پر اپنا خلیفہ بنایا ہے، جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے، اور چوں کہ خدا تعالی اس زمین کا خالق وکارساز ہے، اس لیے خلیفۃ اللہ فی الارض یعنی انسان کا فریضہ ہرگز زمین کی ویرانی اور بربادی نہیں ہوسکتا۔ اس خلیفہ کی ذمہ داری یقیناً یہی ہے کہ زمین کو آباد کرے، اس میں ایسا تصرف نہ کرے جو خالق کے مقصد تخلیق کے خلاف ہو۔ انسان کی تخلیق پر فرشتوں نے یہی اعتراض کیا تھا کہ یہ خلیفہ، خلافت کے خلاف کام کرے گا، **یفسد فیہا ویسفک الدماء**۔ خلاصہ یہ کہ زمین اور اس کائنات کے ماحول کو نقصان نہ پہنچانا انسان کو دی گئی خلافتِ ارضی کا تقاضا ہے۔

سورۂ اعراف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿**ولقد مكنكم فی الأرض وجعلنا لكم فيها معايش، قليلا ماتشكرون.**﴾

ترجمہ: یقیناً ہم نے تمھیں بسایا زمین میں اور ہم نے تمہارے لئے زمین میں زندگی کے اسباب بنائے، بہت کم تم شکرادا کرتے ہو۔(اعراف:۱۰)

جس زمین کو اللہ نے انسانی معیشت کا ذریعہ بنایا آج انسان اس کی تباہی کے پیچھے اپنی تباہی کا سامان خود اپنے ہاتھوں تیار کررہا ہے، کاش کوئی غیبی طاقت ان کے پنجۂ استبداد کو توڑ دے، تاکہ مظلوم انسانیت ان سرپھروں سے نجات پالے اور دار فانی کا معصوم سیارہ محفوظ ہوجائے۔

زمین اللہ کی مخلوق اوراس کی ملکیت ہے، اس نے اپنے بندوں کو اس کا وارث بنایا ہے، ارشادخداوندی ہے: **إن الأرض للّٰه یورثها من یشاء من عباده.**:

یہ زمین اللہ کی ہے، اللہ اس کا وارث اسے بناتے ہیں جسے چاہتے ہیں اپنے بندوں میں سے۔(اعراف:۱۲۸)

وراثت کی وجہ سے وارث کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ شیٔ موروث کا صحیح استعمال اوراسکی ٹھیک ٹھیک دیکھ بھال کرے اور اگلی نسلوں کو اچھی حالت میں سپرد کرے: لہٰذا انسان کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ زمین کو فطری حالت پر رہنے دے اور اپنے بعد آنے والے لوگوں کو مفید اور راحت بخش حالت میں حوالہ کرے؛ مگر یہ آسمانی فرمان سے روگردانی کا ہی نتیجہ ہے کہ نت نئے عنوانات اور منصوبوں کے تحت آج روئے زمین پر ہزاروں قسم کے زہریلے جراثیم پھیلاکراس کی توانائی اوراُپج (زرخیزی) کی صلاحیت کو کم کرنے، بلکہ بالکلیہ ختم کرنے کی گویا مہم شروع کردی گئی ہے۔ دنیا کے بہت سے علاقوں میں طاقتور کہے جانے والے ممالک، کمزور اور بے بس ملکوں پر اندھادھند بموں کی بارش کرتے ہیں، جس کی وجہ سے سینکڑوں میل کا علاقہ جو کبھی آباد تھا اب ویران ہوگیا ہے، اب وہاں جانور بھی نظر نہیں آتے، چہ جائے کہ کوئی انسان اپنی روزی کی تلاش میں وہاں کچھ محنت صرف کرے۔

زمینی آلودگی اور اسلامی تعلیمات

جس جگہ اور جس علاقے میں انسان آباد ہوتے ہیں، ان کی بود و باش ہوتی ہے، یا جن مقامات سے وہ فائدہ اٹھاتے ہیں یا جو جگہیں ان کے استعمال میں آتی ہیں، اسلام نے ان جگہوں کی صفائی کا خاص حکم دیا ہے، ایسی جگہوں پر غلاظتیں یا پاخانہ پیشاب کرنے سے منع کیا ہے کہ اس سے طبیعت سلیمہ کو تنفر ہوتا ہے، اور عام بیماری کے پھیلنے کا خدشہ ہے۔

حضرت ابن عمر کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی شخص پھل دار درخت کے نیچے قضائے حاجت کرے نیز اس سے بھی منع کیا کہ کوئی بہتی نہر کے کنارے رفع حاجت کرے۔

ایک دوسری روایت حضرت حذیفہ بن اسید سے مروی ہے کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مسلمانوں کو ان کے راستوں میں تکلیف پہنچائی (غلاظت یا قضائے حاجت کے ذریعے وہ انکی لعنت کا مستحق ہوا، حدیث شریف کے الفاظ ہیں۔

عن حذیفة بن اسید أن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: من اذی المسلمین فی طرقھم وجبت علیہ لعنتھم رواہ الطبرانی فی الکبیر. (مجمع الزوائد : ۱–۴۸۳، حدیث : ۱۰۰۱)

ایک دوسری روایت میں مفاد عامہ کے لئے استعمال ہونے والی جگہوں پر قضائے حاجت کی ممانعت وارد ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین ایسی جگہوں

سے بچو جولعنت کا سبب بنتی ہیں، یعنی پانی کے گھاٹ، شاہراہ اور سائے میں بول و براز کرنے سے! حدیث کے الفاظ ہیں۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: اتقوا الملاعن الثلاثة: البراز فی الموارد وقارعة الطریق والظل.(مشکوة مع المرقاة : ۱-۳۶۰)

احادیثِ شریفہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ مقامات پر قضائے حاجت کرنے سے صراحتاً منع فرمایا ہے۔

(۱) پھل دار درخت کے نیچے پاخانہ پیشاب کرنے سے منع فرمایا اسلئے کہ اگر ایسی جگہوں کو ان چیزوں سے پاک صاف نہیں رکھا گیا تو متعدد قسم کی خرابیاں اور دشواریاں پیدا ہوسکتی ہیں۔مثلاً گندگی میں ملوث ہونے کے سبب ایسے پھلوں سے لوگ محروم ہوجائیں گے۔سلیم الطبع لوگ ایسے جگہوں سے قریب نہ ہوں گے، نتیجتاً درخت کے فوائد سے محروم رہیں گے۔ اور اس میں ایک نعمت کا تعطل اور ضیاء ہے، جو محرومی کا سبب بنے گا۔

(۲) چلتی نہر کے کنارے رفع حاجت سے اس لئے منع کیا گیا ہے کہ اگر اس کا احتیاط نہیں کیا گیا تو نجاست وغلاظت کی کثرت سے نہر کا پانی آلودہ اور ناپاک ہوجائے گا اور پانی کا جن علاقوں سے گزر ہوگا وہاں کے انسان وحیوانات اسکے برے اثرات سے متاثر ہونگے اور ان میں الگ الگ قسم کی بیماریاں پھیلیں گی۔آج کل یہی صورتِ حال ہے، شہروں اور قصبوں کی نالیوں کا پانی ندی اور نہر میں ڈال دیا جاتا ہے، نتیجتاً لوگ صاف اور پینے کے قابل پانی کے محتاج ہوگئے ہیں اور زہر آلود پانی پینے پر مجبور ہیں، جس

کی وجہ سے بے شمار جانور روزانہ موت کی آغوش میں دم توڑ رہے ہیں، دنیا والے صفائی کے عمل پر کافی زور دے رہے ہیں، مگر ان کے یہ پرفریب وعدے اور ہنگامہ آرائیاں صدا بہ صحرا ثابت ہورہی ہیں اور ماحول ہر آن ابتری کی طرف تیز گام ہے، لہٰذا ان نازک حالات میں اسلامی تعلیمات سے روشنی حاصل کرنا نہایت ناگزیر ہوگیا ہے، کاش اہل دنیا کی سمجھ میں یہ بات آجائے۔

(۳) شاہراہوں اور چوراہوں پر نجاست ڈالنے اور دفع حاجت وغیرہ سے منع کرنے کی علت خود حدیث شریف میں بیان کردی گئی ہے کہ اس طرح کے عمل سے راہ چلنے والوں کو تکلیف ہوتی ہے، اور ایسا کرنیوالوں پر وہ لعنت بھیجتے ہیں، اسی طرح اس سے پھیلنے والی بدبو سے آس پاس کے لوگوں کی زندگی دوبھر ہوجاتی ہے اور وہ متعدد بیماریوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں، آج کل سڑکوں کے کنارے، گلی کوچوں اور دروازوں پر گندگی اور نجاست کے ڈھیر لگے رہتے ہیں، نہ حکومت کی طرف سے اس کا کوئی معقول انتظام ہے اور نہ ہی انفرادی طور پر لوگ اس کا پاس ولحاظ رکھتے ہیں، جسکے نتائج ہمارے سامنے ہیں۔

(۴)(۵) سایہ اور گھاٹ پر نجاست پھیلانے اور غلاظت ڈالنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، اسلئے کہ جب مسافر تھک ہار کر چور ہوجاتا ہے اور شدت سے گرمی کی وجہ سے اسکی ہمت سفر جواب دیجاتی ہے تو کسی درخت کے سائے میں بیٹھ کر ہی کچھ راحت حاصل کرتا اور پھر نئے جوش جذبے کے ساتھ منزل کی تلاش میں نکل پڑتا ہے، اگر ایسی جگہوں کو صاف ستھرا نہیں رکھا گیا تو مسافروں کو بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا اسی طرح بستی کے لوگ بھی ذہنی سکون اور ہوا خوری کے لئے انہی جگہوں کا انتخاب کرتے ہیں؛ وہ اپنے مفادات سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے گھاٹ سے جس طرح

انسان اپنی پیاس بجھاتا ہے ایسے ہی خدا کی دیگر مخلوق بھی پانی کی ضرورت پوری کرنے کے لئے گھاٹوں کا رخ کرتی ہیں، اگر انہیں آلودگی سے پاک نہیں رکھا گیا تو چشمے، تالاب اور کنویں کا پانی قابل استعمال نہ رہنے کی وجہ سے انسان اور حیوان پیاسے رہ جائیں گے یا پھر آلودہ پانی پینے کے سبب بیماریوں میں مبتلا ہوکر کچھ تو موت کی نیند سو جائیں گے اور جو بچیں گے انہیں کرب واندوں بھری زندگی کا سامنا ہوگا۔

(٦) مسجد میں جہاں لوگ اپنے پروردگار سے محو گفتگو ہوتے، اسکی تمجید و تسبیح کرتے، اسکی عظمت اور بڑائی کے آگے سجدۂ نیاز مندی بجالاتے ہیں، اسکی رحمت و رأفت کی بھیک مانگتے اور اپنی غلامی ومحتاجی بے کسی اور عاجزی کا اقرار کرتے ہیں، مسلمانوں کا مذہبی اعتبار سے بڑا اجتماع ہوتا ہے اسلام نے اسکی طہارت و نظافت اور صفائی ستھرائی کی تعلیم دیکر ماحول کے تحفظ کو یقینی بنایا ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا حکم دیا کہ محلوں میں مساجد تعمیر کی جائیں اور انہیں پاکیزہ اور صاف رکھا جائے۔

أمر رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ببناء المساجد فى الدور وأن تنظف وطيب رواه الخمسة الاالنسائى .(نيل الاوطار : ٢-١٧١)

حضرت سمرۃ بن جندب فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اپنے علاقوں میں مساجد تعمیر کریں اور انہیں میل کچیل سے پاک وصاف رکھیں۔

عن سمرة بن جندب قال: أمرنا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ان نتخذ المساجد فى ديارنا ، وأمرنا ان ننظفها. رواه

احـمـد والتـرمـذى وصـحـه ورواه ابـوداؤد ولـفـظـه ”كـان يـامرنابالمساجد أن نضعها فى ديارنا ونصلح صنعها ونطهرها“ قـال الشـوكـانـى ”والـمـراد تنظيفها من الوسخ والدنس“(نيل الاوطار : ۲-۱۷۱)

مساجد کی صفائی کے ضمن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے ایسے احکامات جاری کئے ہیں، جن کی رعایت سے نہ صرف یہ کہ وہاں بدبو اور گندگی سے بچا جاسکتا ہے بلکہ دوسرے کو تکلیف پہنچانے سے محفوظ رہ سکتا ہے، جیسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: جس نے لہسن، پیاز یا بدبودار چیز کھائی ہو وہ ہرگز ہماری مسجد کے قریب نہ ہو۔یعنی ان چیزوں کے استعمال کرنے کے بعد مسجد میں نہ آئے، اس لئے کہ اس سے بدبو پھیلتی ہے اور لوگوں کو اذیت ہوتی ہے، ایسے ہی فرشتے جو نوری مخلوق ہیں بدبو سے اذیت محسوس کرتے ہیں اور ایسے لوگوں سے متنفر ہوتے ہیں۔علماء نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ ان تمام چیزوں کا یہی حکم ہے جن سے بدبو پھیلتی ہو اور وہ تمام جگہیں جہاں بہت سے لوگ جمع ہوتے ہو، مثلاً ذکر، علم اور عبادت کے حلقے، ولیمہ وغیرہ کے مجمع اور دور حاضر میں جلسے جلوس، ریلیاں وغیرہ مساجد کے حکم میں ہیں اسلئے کہ ممانعت کی علت بدبو کے پھیلاؤ سے انسانی طبیعت میں پیدا ہونے والی کبیدگی ہے۔

عـن جـابـرؓ ان الـنـبـى صـلـى اللّٰه عليه وسلم قال: من اكل الثوم والبـصل والكراث فلا يقربن مسجدنا فان الملائكة تتاذى مما يتأذى منه بنو آدم، متفق عليه.

قـال الـنـووى بـعـد أن ذكـر حديث مسلم بلفظ ”فلا يـقـربن المساجد“ هذا تصريح بنهى من اكل الثوم و نحوه عن

دخول كل مسجد وهذا مذهب العلماء كافة، إلاماحكاه القاضي عياض عن بعض العلماء أن النهى خاص بمسجد النبى صلى اللّٰه عليه وسلم قال العلماء: ويلحق بالثوم والبصل والكراث كل ماله رائحة كريهة من الماكولات وغيرها.

قال القاضي عياض: ويلحق به من أكل فجلا وكان يتجشا، قال: قال ابن المرابط: ويلحق به من به بخرفى فيه أو به جرح له رائحة، قال القاضي: وقاس العلماء على هذا مجامع الصلاة غير المسجد كمصلى العيد والجنائز ونحوها من مجامع العبادات، كذا مجامع العلم والذكر والولائم ونحوها.(نيل الاوطار : ۲-۱۷۲)

زمین کی آلودگی کے سدباب کے لئے اسلام نے جس فطری آواز کو بلند کیا ہے اور جو مناسب ہدایات دی ہیں ان میں نمایاں طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کافی اہمیت کا حامل ہے:

عن أبى هريرةؓ قال قال النبى ﷺ الايمان بضع و سبعون شعبة فأفضلها قول لااله الاّ اللّٰه وادناها اماطة الاذى عن الطريق والحياء شعبة من الايمان، متفق عليه.

ترجمہ:''ایمان کے ستر اور کچھ زائد شعبے ہیں ان میں افضل ترین شعبہ لا الہ الا اللہ کہنا اور کمتر شعبہ راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا ہے''۔

ترمذی کی روایت میں ہے: عن أبى هريرة عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم بينما رجل يمشى فى الطريق اذا وجد غصن شوك

فأخره فشكر اللّٰه له فغفرله.(ترمذی : ۲-۱۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے اس جملے ''**وأدناه إماطة الاذى عن الطريق**'' کی مثال پورے عالم انسانیت کا کوئی فرد بشر نہیں کرسکتا، دراصل اس میں امن وسلامتی، پر کیف اور فرحت بخش ماحول اور بہار آفریں زندگی کی بقاء کا راز ہے۔پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اتنے معمولی عمل کو اتنا بلند پایہ مرتبہ دیا ہے اور بنی آدم کی اتنی معمولی اور نا قابل اعتناء تکلیف بھی اسے گوارا نہیں تو بھلا وہ ان اسباب اور ذرائع کو کیسے سند جواز فراہم کرسکتا ہے، جن سے تنہا کسی شخص کی تکلیف یا ہلاکت ہی نہیں بلکہ ساری انسانیت اور حیوانات ونباتات کی جان خطرے میں ہو اور اب تک لاکھوں محترم جانیں جن کی نذر ہو چکی ہیں،شریعت اسلامی نے ہر ایسی راہ اختیار کرنے کی مذمت کی ہے جس سے نفس انسانی کے تحفظ کو خطرہ لاحق ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:**ولاتلقوا بأيديكم الى التهلكة.** (یعنی خود کو ہلاکت میں مت ڈالو)۔

اسی طرح اسلامی تعلیمات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کائنات کے ماحول کی اہمیت کے پیش نظر اس نے روز اول ہی سے ایسی تعلیم دی ہے کہ جس سے ماحولیات کی ہر قسم کی آلودگی سے پاک وصاف معاشرہ تشکیل پاتا ہے اور اس نے ہر اس چیز سے منع کیا ہے جو ماحول کو آلودہ کرتا ہے اور جس کے منفی نتائج انسان یا کسی مخلوق پر پڑتے ہیں اور ان چیزوں کی تاکیدی تعلیم دی ہے جو ماحول اور معاشرہ کو پاکیزہ اور آلودہ نہ رکھنے کے لئے ضروری ہے۔

پانی

پانی کی اہمیت

پانی اللہ کی اتنی عظیم نعمت ہے کہ اگر ساری کائنات مل کر بھی اس ایک نعمت کا شکریہ ادا کرنا چاہے تو اس کے ایک فیصد کا حق بھی ادا نہ ہو سکے، انسان سے لیکر جانور، چرند و پرند حتی کہ نباتات بھی اپنی زندگی کی بقاء کے لئے ہم دم پانی کے محتاج ہیں۔ بغیر پانی کے کوئی جاندار تو کیا درخت اور سرسبز و شاداب کھیت اور باغات بھی بقید حیات نہیں رہ سکتیں۔ الغرض پانی ہماری اور جانداروں کی زندگی کا ایک اہم ترین حصہ ہے بنیادی طور پر زمین پر دو قسم کا پانی پایا جاتا ہے ایک کھارا پانی جو سمندروں میں ہوتا ہے اور دوسرا میٹھا پانی جو بظاہر سمندر کے علاوہ ہر دیگر پانی کے ذخیرہ میں موجود ہوتا ہے؛ اگر چہ سمندر کے اندر بھی اس میٹھے پانی کے دریا اور چشمے جاری ہوتے ہیں تاہم وہ براہ راست زمین اور زمینی آبادی کو میسر نہیں آتے، سمندروں کا نمکین پانی جس میں مختلف قسم کی نمکینات کی کافی مقدار پائی جاتی ہے، زمین پر رہنے والے جانوروں کے لئے قابل استعمال نہیں ہوتا لیکن سمندروں میں رہنے والے پودے اور جانور اسی میں نشو ونما پاتے ہیں، وہ اسی ماحول کے عادی ہوتے ہیں اگر انکے اس ماحول میں کسی وجہ سے تبدیلی ہو جائے تو انکی زندگی اور افعال اس سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ زمینی آبی ذخائر جو کنویں سے لے کر دریاؤں، جھرنوں، چشموں، ندی نالوں تک پھیلے ہوئے ہیں، ان آبی ذخائر میں کسی بھی طرح کی کمی بیشی یا ان میں بہنے والے پانی میں ہونے والی تبدیلی زمین پر موجود زندگی کی سبھی اقسام کو متاثر کرتی ہے، بہر حال زمین مٹی کا وہ پیالہ ہے جو صرف پانی سے لبریز نہیں ہے، بلکہ اس کی بساط سے بھی زیادہ اس میں آبی ذخیرہ موجود ہے جو اسے چھلکنے سے

روکے ہوئے ہے اگر پانی نہ ہوتا تو انسان، حیوان، درخت، جنگل اور چرند و پرند بھی نہ ہوتے اگر پانی کی اہمیت کا صحیح ادراک ہو جائے تو روزانہ محض فلش (Flush) کے لئے روزمرہ کے پانی کا ۴۰ فیصد فضلات کے ساتھ نہ بہایا جائے۔

پانی کی اہمیت اجاگر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

واللّٰہ أنزل من السماء ماء فأحیا به الأرض بعد موتها إن فی ذلک لایة لقوم یسمعون. (نحل : ٦٥)

ترجمہ: اور اللہ نے آسمان سے پانی اتارا پھر اسکے ذریعہ زمین کو زندہ کیا اسکے خشک ہو جانے کے بعد یقیناً اس میں نشانی ہے ایسی قوم کے لئے جو سنتی ہے۔

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

والذی نزل من السما ماء بقدر فانشرنا به بلدة میتا کذلک تخرجون. (زخرف : ١١)

ترجمہ: اور وہ جس نے آسمانوں سے ایک مقدار سے پانی اتارا پھر ہم اس سے مردہ زمین کو زندہ کرتے ہیں اسی طرح تم بھی قبروں سے نکالے جاؤ گے۔

ماہرین نے تحقیق کے بعد کہا ہے کہ بیکٹر یا اور زمین میں موجود دیگر حیات کے جینیاتی کوڈ پانی سے متحرک ہو جاتے ہیں اور بیج اُگنے لگتے ہیں۔ آسمان سے برسنے والے پانی سے جہاں بنجر اور خشک زمین میں انقلاب آتا ہے وہیں انسان وحیوانات کو پینے کا پانی دستیاب ہوتا ہے، اگر بارش روک دی جائے تو جنگلوں میں رہنے والے جانوروں کی زندگی کی ضمانت کون دے سکتا ہے اور کس کی قدرت ہیں کہ وہ انہیں پانی بہم پہنچائے یا بغیر پانی کے زندہ رکھ سکے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وأنزلنا من السماء ماء طهورا لنحیی به بلدة میتا ونسقیه مما

خلقنا أنعاما و أنا سی کثیرا﴾(فرقان : ۴۸-۴۹)

ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی اتارا تا کہ ہم اسکے ذریعہ مردہ علاقہ زندہ کردیں اور وہ پانی ہم پلاتے ہیں اپنی مخلوق میں سے چوپاؤں کو اور بہت سے انسانوں کو۔

انسان فقط اتنا سمجھتا ہے کہ زمین کا پانی سورج کی گرمی سے بخارات میں تبدیل ہوتا ہے اور وہی دوبارہ پانی بن کر برستا ہے، جبکہ پروردگار نے بڑے سادہ اور واضح الفاظ میں بارش کے پانی اور اس سے زندگی کی بقاء کو سمجھایا ہے۔ مذکورہ بالا سطور میں ذکر کردہ آیات سے اتنی بات تو صاف ہو ہی جاتی ہے کہ پانی اللہ کی قابل قدر اور بے مثال نعمت ہے نظام کائنات میں اسے کافی مضبوط حیثیت حاصل ہے اور مخلوق کی ضرورتیں بالواسطہ یا بلاواسطہ اس سے متعلق ہیں۔ یہ ایک بدیہی بات ہے کہ جس چیز کی جتنی ضرورت اور جتنی اہمیت ہوتی ہے اتنی ہی اسکی حفاظت ضروری ہوتی ہے مثلاً سونا، چاندی ہمارے معاشرے میں بیش قیمت اشیاء میں شمار ہوتے ہیں اسی لئے انکی حفاظت کا خاص خیال رکھا جاتا ہے، پانی چونکہ اپنی افادیات اور انسانی وحیوانی ضرورتوں کے لحاظ سے غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے؛ اسلئے اسلام نے اسکی حفاظت اور ضیاع سے بچانے کے خاطر پہلے اور بنیادی قدم کے طور پر اسکے صحیح استعمال اور فضول خرچی سے احتراز کی بہت تاکید کی ہے۔

ترجمۂ شیخ الہند میں یہ بات مذکور ہے کہ عموما جاندار چیزیں جو تم کو نظر آتی ہے بالواسطہ و بلاواسطہ پانی سے بنائی گئیں ہیں، پانی ہی انکا مادہ ہے الا کوئی ایسی مخلوق جسکی نسبت ثابت ہو جائے کہ اسکی پیدائش میں پانی کو دخل نہیں تو وہ مستثنی ہوگی۔

اول برساتی ہوائیں بارش کی خوشخبری لاتی ہیں پھر آسمان سے پانی برستا ہے جو خود پاک اور دوسروں کو پاک کرنیوالا ہے، پانی گرتے ہی مردہ زمینوں میں جان پڑ جاتی ہے،

کھیتیاں لہلہانے لگتی ہیں، جہاں خاک اڑ رہی تھی وہاں سبزہ زار بن جاتا ہے اور کتنے جانور اور آدمی بارش کا پانی پی کر سیراب ہوتے ہیں، اسی طرح قیامت کے دن غیبی بارش کے ذریعہ مردہ جسموں کو جو خاک میں مل چکے تھے وحی الٰہی کی آسمانی بارش زندہ کر دیتی ہے۔ جو روحیں پلیدی میں پھنس گئیں تھیں روحانی بارش کے پانی سے دھل کر پاک و صاف ہو جاتی ہیں اور معرفت و وصول الی اللہ کی پیاس رکھنے والے اسی کو پی کر سیراب ہوتے ہیں۔

آبی آلودگی وجوہات اور اثرات

آبی آلودگی سے مراد پانی کے اصلی رنگ و بو یا مزے میں تبدیلی کو کہتے ہیں۔ یہ تبدیلی پانی میں کسی دیگر مادّوں یا کیمیائی مرکبات کے ملاوٹ کی وجہ سے ہوتی ہے گھروں یا کارخانوں سے خارج ہونے والے فاضل مادّے یا کیمیائی مرکبات پانی کے خالص وسائل میں شامل ہو کر پانی کو آلودہ کرتے ہیں۔ ہمارے ملک میں چند اہم ندیوں اور دریاؤں میں آبی آلودگی ہو چکی ہے۔

آلودہ پانی کا استعمال کرنے کی وجہ سے بیماریاں مثلاً وائرس کا بخار، آنتوں کی بیماریاں، کالرا اور ٹائیفائڈ وغیرہ بیماریاں لاحق ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اسی لیے کبھی بھی آلودہ پانی کو نہیں پینا چاہئے۔ آبی آلودگی ہونے کے مندرجہ ذیل اہم وجوہات ہیں:

(۱) گھروں، کارخانوں اور فیکٹریوں کے فاضل مادّے یا ناکارہ گندہ پانی کو ندیوں، دریاؤں اور تالاب کے پانی میں شامل کرنا۔

(۲) کاشتکاری کے دوران کیمیائی کھاد اور جراثیم کش دوا کا کثرت سے استعمال کرنا اور یہ مادے بارش کے پانی میں شامل ہو کر پانی کو آلودہ کر دیتے ہیں۔

(۳) پانی میں کسی عوامل کی وجہ سے آکسیجن گیس کی مقدار میں کمی ہو جانا۔ عام طور پر پانی میں حل شدہ آکسیجن گیس کی مقدار ۸ تا ۱۵ ملی گرام فی لیٹر ہوتی ہے، لیکن اکثر پانی میں اس کی مقدار کم پائی جاتی ہے۔ ایسا پانی آبی جانوروں اور آبی پودوں کی زندگی کے لئے خطرے کا سبب ہوتا ہے اور اکثر ان کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔

(۴) پانی میں بیکٹریا کی بھاری مقدار شامل ہو کر آلودہ کر دیتا ہے۔ ایسے پانی کو پینے سے کئی اقسام کی بیماریاں مثلاً وائرل بخار، ملیریا، ٹائفائڈ، فلیریا وغیرہ سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ یہ تمام بیماریاں جان لیوا نہیں، لیکن انسان کی صحت بگڑ جاتی ہے۔

(۵) پانی میں مختلف اقسام کے نمک شامل ہو کر حل ہو جانا مثلاً سوڈیم، پوٹاشیم، کیلشیم، میگنیشیم، کے کلورائڈ یا سلفیٹ یا کاربونیٹ یا بائی کاربونیٹ وغیرہ نمک قابل ذکر ہیں۔ عام طور پر پانی میں کسی بھی قسم کے نمک کی کم از کم مقدار ۵۰۰ ملی گرام فی لیٹر ہوتی ہو تو یہ پانی پینے کے قابل ہوتا ہے، لیکن اکثر جگہ پانی میں نمک کی مقدار اس حد سے کئی گناہ زیادہ ہوتی ہے، ایسا پانی پینے کے قابل نہیں ہوتا، یہ پانی کاشتکاری کے لئے یا پھر جانوروں کے لئے قابل استعمال ہوتا ہے، جب کہ انسانوں کی صحت کیلئے مضر ہوتا ہے۔

(۶) کاشتکاری کی کھاد، جراثیم کش دوائیں کارخانوں کے ناکارہ پانی سے زیر زمین پانی میں شامل ہو کر آلودہ کر دیتا ہے۔ اس زیر زمین پانی میں زہریلے کیمائی کی آلودگی ہوتی ہے۔

(۷) سمندری پانی میں گھریلو کوڑا کرکٹ، کچرا وغیرہ پھینکنا، یا پھر کارخانوں کے فاضل ناکارہ کیمیائی مرکبات کو سمندری پانی میں خارج کر دینا، ایسے آلودہ پانی سے سمندری و آبی جانوروں کو خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ (سائنس کی دنیا، جولائی ستمبر ۲۰۱۳ء)

آبی آلودگی اوراسلامی تعلیمات: (اسراف کی ممانعت)

اسراف کی ممانعت

اسلام نے تمام گوشہائے زندگی میں اعتدال اور میانہ روی کی تعلیم دی ہے، اسراف اورفضول خرچی سے، جوزوال نعمت کا سبب بنتی ہے شدت کے ساتھ منع کیا ہے۔ قرآن کریم میں ہے:﴿کلوا و اشربوا ولا تسرفوا، انه لایحب المسرفین﴾

اورتم کھاؤ اور پیو اور حد سے تجاوز مت کرو۔ یقیناً اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں سے محبت نہیں کرتے۔(اعراف:۳۱)

یہ اسلام کا ایک ایسا جامع اور ہمہ گیر اصول ہے جو فطرت انسانی کی ترجمانی کرتے ہوئے باہمی بقاء کا پیغام دیتا ہے، اگر دنیا والے اس اصول کو اپنائے اور اپنی زندگی میں اعتدال پیدا کرے اسراف اور فضول خرچی سے بچے تو پانی کا بحران پیدا نہ ہو۔اسلام کی نظر میں پانی کی کتنی قدرومنزلت ہے؟اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ نماز، جو اسلام میں افضل ترین عبادت تصور کی جاتی ہے اور ایمان کا دوسرا سب سے بڑا رکن ہے اس کی ادائیگی کے لئے طہارت ووضوء لازمی امر ہے؛لیکن حصول طہارت کے وقت پانی کے استعمال میں اسراف اورضرورت سے زیادہ استعمال کرنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے اوراس میں زیادہ سے زیادہ استعمال کی حد مقرر کی گئی ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو وضو کا طریقہ بتایا اور ہر عضو کو تین تین بار دھونے کو کہا آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:﴿فمن زاد علی هذا أو نقص فقد

أساء و ظلم ﷺ (ابوداؤد:۱-۱۸)

یعنی جس نے مذکورہ تعداد (تین مرتبہ) میں اضافہ کیا یا کمی کی تو برا کیا اور اپنے اوپر ظلم کیا۔

بذل المجہود میں ہے:

وظلم أي على نفسه بمخالفة النبى صلى الله عليه وسلم أو لأنه أتعب نفسه، فيما زاد على الثلاثة من غير حصول ثواب له او لانه أتلف الماء بلا فائدة.

اسی لئے فقہاء نے تین مرتبہ سے زیادہ دھونے کو مکروہ قرار دیا ہے، ابن المبارک فرماتے ہیں کہ وضو میں جو شخص اپنے عضو کو تین مرتبہ سے زیادہ دھوئے میں اس کے سلسلے میں اس بات سے مامون نہیں ہوں کہ اس نے گناہ کا کام کیا۔ (بذل المجہود: ۱/۳۳۵، مطبوعہ دارالفکر، بیروت)

پانی کو آلودہ کرنے کی ممانعت

پانی کی ان ہی گونا گوں خصوصیات، افادیت اور اہمیت کے پیش محسن انسانیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے آلودہ اور گندہ کرنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا:

لايبولن أحدكم فى الماء الدائم الذى لايجرى ثم يغتسل فيه. (بخاری: ۱-۳۷)

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص ایسے ٹھہرے پانی میں ہرگز پیشاب نہ کرے کہ وہ پھر اس سے غسل کرے)

ایک دوسری حدیث میں ہیں: **لاتبل فى الماء الدائم الذى لايجرى**

ثم تغتسل منه.(مسلم : ١-١٣٨)

ایک روایت میں ہے:

لایغتسل أحدکم فی الماء الدائم وھو جنب، قالوا کیف یفعل یاأباھریرۃ ؟ قال یتناولہ تناولا .(مسلم : ١-١٢٨)

ترجمہ:تم میں سے کوئی ٹھہرے ہوئے پانی میں غسل نہ کرے جب تک وہ جنبی ہو،لوگوں نے (راوی حدیث حضرت ابوہریرہ سے) پوچھا اے ابوہریرہ! پھر کیا کرے؟ آپ نے فرمایا:اس میں سے پانی علیحدہ نکال کر غسل کرے۔

حضرت جابر کی ایک روایت ٹھہرے ہوئے پانی میں اور دوسری روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جاری پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایاہے۔(مسلم:١-١٢٨/مجمع الزوائد:١-٤٨١)

غسل خانے میں پیشاب کرنے سے منع فرماتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:**لایبولن أحدکم فی مستحمہ ثم یغتسل فیہ او یتوضا فیہ فان عامۃ الوسواس منہ .(ترمذی : ٦٣٢)**

ترجمہ:تم میں سے کوئی اپنے غسل خانہ میں پیشاب نہ کرے کہ پھر اس میں غسل یا وضوء کرے اسلئے کہ عموماً وساوس کی بیماری اسی سے ہوتی ہے۔

پانی کے تحفظ کے مسئلے کو اسلام بہت اہم اور نازک مسئلہ تصور کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جہاں بھی انسانوں کی تھوڑی سی بے احتیاطی بدتدبیری کی وجہ سے پانی کے ذرہ برابر بھی فساد اور بگاڑ کا اندیشہ ہے انتہائی احتیاط اور حسن تدبیر کا حکم دیا ہے؛ چنانچہ سوکر اٹھنے والوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر ہاتھ دھوئے پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے منع فرمایا۔

إذا استيقظ أحدكم من نومه فلايغمس يده فی الاناء حتی يغسلها ثلاثا، فانه لايدری اين باتت يده.(مسلم : ١-١٣٦)

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی نیند سے بیدار ہوتو وہ برتن میں اپنا ہاتھ ڈالنے سے پہلے اسے تین بار دھوئے اسلئے کہ وہ نہیں جانتا کہ رات میں اس کا ہاتھ کہاں کہاں پہنچا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ بے غبار تعلیمات اور ہدایات نے ہمیں اس بات کی طرف متوجہ کیا ہے کہ ہم پانی جیسی نعمت کو ضائع نہ کریں، اسے ناپاک اور گندہ کر کے زہر آلود کرنے سے احتیاط برتیں اور استعمال کے صحیح طریقوں میں خرچ کریں، تاکہ آنے والے وقت میں پانی کی قلت کا سامنہ ہو، آج اسی بے احتیاطی اور بے جا استعمال کا خمیازہ دنیا والے بھگت رہے ہیں۔

پانی کے برتن میں سانس لینے کی ممانعت :

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کے برتن میں سانس لینے اور پھونک مارنے سے بھی منع کیا ہے۔

نهی رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم ان يتنفس فی الإناء او ينفخ فيه.(ابو داؤد : ٢-٥٢٣)

ایک دوسری روایت میں ہے:قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم إذا شرب احدكم فلا يتنفس فی الاناء الخ، متفق عليه (مشكوة مع مرقاة ١-٣٥٢)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کا کوئی شخص جب پانی پیئے تو برتن میں

سانس نہ لے۔

محدثین ممانعت کی وجہ بتاتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ پانی یا کسی بھی قسم کا مشروب پیتے وقت برتن یا گلاس وغیرہ میں سانس لینے سے ممکن ہے کہ سانس کے ذریعے کوئی گندگی پانی میں گرجائے اور جس سے طبیعت سلیمہ تنفر محسوس کرے، اسی طرح پانی کی کیفیت میں تبدیلی آسکتی ہے کہ پانی کی ٹھنڈک سانس کی حرارت سے گرمی میں بدل جائے اور پیاس بجھ نہ سکے۔

قال الطيبي: لعل علة النهي تغيرمافي الاناء اه يعني لئلايقل برودة الماء الكاسرة للعطش بحرارة النفس أو كراهة أن يخدر قدرة من نفسه. (مرقاة : ١-٣٥٢)

سائنسی نقطۂ نظر سے بھی پانی میں سانس لینا کسی طرح مناسب نہیں ہے، جس بات کا احساس سائنس دانوں کو آج جا کر ہوا ہے اسلام آج سے چودہ سو سال پہلے ہی انسانوں کو اس کا احساس دلا چکا ہے۔

فضاء اور ھوا

کی اھمیت اور فوائد

کرۂ ارض پر جگہ جگہ سرد و گرم، ہلکی اور تیز ہوائیں چلتی رہتی ہیں جس سے دن اور موسم مزاج یار کی طرح بدلتے رہتے ہیں، اسی ہوا کے دوش پر بادلوں کا قافلہ رواں رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ حسب ضرورت کسی خطے اور علاقے کے باشندوں کو بارش رحمت سے نوازتے ہیں، جبکہ کسی علاقے سے بادل یوں گزر جاتا ہے، جیسے اہل شہر اور اہل علاقہ سے کوئی شناسائی ہی نہیں اور لوگوں کی نگاہیں امید و بیم میں کھلی رہ جاتی ہیں یہ سب اللہ کی حکمت و مصلحت کے نمونے ہیں۔ ہوا زمین اور پانی کی طرح اللہ کی بڑی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے زندگی بلکہ نباتاتی نشو و نما کے لئے بھی ہوا کی ضرورت ہوتی ہے، اس کے بغیر کارخانۂ حیات کا نظام خراب ہو جائیگا۔ اللہ کی دیگر نعمتوں کے مقابلہ میں ہوا سب سے زیادہ اہم نعمت ہے اللہ تعالیٰ نے اسکی ضرورت کے اعتبار سے اس کو عام رکھا ہے۔

(۱) یہ نعمت ایسی ہے جو کسی کی بھی ملکیت میں نہیں ہے بلکہ امیر و غریب ضرورت کے اعتبار سے بڑی آسانی اور بغیر کسی پابندی کے اس کو استعمال کر سکتا ہے۔

(۲) ہوا کے استعمال کرنے میں کوئی بھی چیز رکاوٹ نہیں بنتی بلکہ جیسے ہی انسان کو ضرورت ہوتی ہے وہ براہ راست فوراً اس سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔

(۳) اس کو استعمال کرنے کی فراہمی میں کسی امیر و غریب کی تفریق نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کی ایسی نعمت ہے جو سب کو برابر طور پر دی گئی ہے۔

(۴) ہوا کی ضرورت ہر ایک کو ہر وقت رہتی ہے اسی لئے اسکو عام کر دیا حتی کہ ہر

ایک کو بآسانی دستیاب ہوسکے اس میں نقل وحمل کی لاگت صرف نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کو جمع کرنے کی فکر ہوتی ہے کیونکہ اس کے ضائع اور ختم ہوجانے کا کسی کو خیال تک نہیں ہے۔

ھوا اور اس کا فائدہ

ہوا اللہ کی قدرت کا ایک بڑا عجیب وغریب نمونہ ہے، ہوا ہی پانی سے بھرے بادلوں کواللہ کے ارادہ کے مطابق ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتی ہے اسی مضمون کواللہ تعالیٰ نے کچھ اس طرح بیان فرمایا ہے:

وھو الذی یرسل الریاح بشرا بین یدی رحمته حتی إذا اقلت سحابا ثقالا سقنه لبلدمیت فانزلنا به الماء فاخرجنا به من کل الثمرات کذلک نخرج الموتی لعلکم تذکرون (اعراف : ۵۷)

ترجمہ: اور وہی اللہ ہے جو ہواؤں کو بشارت کے طور پر اپنی رحمت سے پہلے بھیجتا ہے، یہاں تک کہ جب یہ ہوائیں بھاری بادلوں کو اٹھا کر لاتی ہیں تو ہم اس کو مردہ زمین کی طرف ہانک دیتے ہیں، پھر ہم اس سے پانی اتارتے ہیں پھر ہم اس سے تمام پھلوں کو نکالتے ہیں اسی طرح ہم مردوں کو بھی (قبروں سے) نکالیں گے شاید کے تم نصیحت حاصل کرو۔

ہواؤں اور بادلوں کا یہ نظام اتنا مربوط اور مستحکم ہے کہ انسانی عقل قدرت کی اس صناعی پر محو حیرت ہے، اس نظام میں تل کے برابر بھی تبدیلی کا آجانا انسانی حیات کی تباہی کا ذریعہ ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وتصریف الریاح والسحاب المسخر بین السماء والأرض

لایت لقوم یعقلون.(بقرہ : ۱۶۴)

ترجمہ: اور ہواؤں کے الٹ پھیر میں اور اس بادل میں جو معلق ہے آسمان اور زمین کے درمیان البتہ نشانیاں ہیں ایسی قوم کے لئے جو عقل رکھتی ہے۔

اسی طرح ہر قسم کے پرندے ہوا ہی میں اپنی زندگی بسر کرتے ہیں اور اپنے پروں کو پھیلا کر ادھر ادھر جاتے ہیں گویا کہ انکو اللہ کی طرف سے ایک نعمت عطا کی گئی ہے ہمارے اس زمانہ میں بڑے بڑے ہوائی جہاز بھی اس نعمت کی ترجمانی کرتے ہیں اسی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے الفاظ میں یوں بیان فرمایا:

الم یروا الی الطیر مسخرات فی جوالسماء، مایمسکھن الااللّٰہ ان فی ذلک لآیت لقوم یؤمنون.(نحل : ۷۹)

ترجمہ: کیا انہوں نے دیکھا نہیں پرندوں کو جو (ادّھر) لٹکے ہوئے ہوتے ہیں آسمانی فضاء میں انکو سوائے اللہ کے کوئی روکے ہوئے نہیں ہے یقیناً اس میں نشانیاں ہیں ایسی قوم کے لئے جو ایمان رکھتی ہے۔

ہوا کے بغیر کسی بھی پرندے کو یہ طاقت نہیں کہ وہ اپنی طاقت وکوشش کے باوجود ہوا میں اڑ سکے اسی کو اللہ نے اپنے الفاظ میں کچھ اس طرح بیان فرمایا:

اولم یروا الی الطیر فوقھم صفت ویقبضن مایمسکھن الا الرحمن انہ بکل شیئ بصیر.(ملک : ۱۹)

ترجمہ: کیا انہوں نے دیکھا نہیں پرندوں کی طرف اپنے اوپر جو پر پھیلائے ہوتے ہیں اور پر کبھی سکیڑتے ہیں انکو کوئی سوائے رحمٰن کے تھام نہیں رہا بے شک وہ ہر چیز کو خوب دیکھ رہا ہے۔

ھوا؛ حیات کی بنیاد

جس طرح سمندر سمندری جانوروں کے لئے ایک طرح کی فضاء ہے اسی طرح ہوا بھی ایک قسم کی فضاء ہے، جس طرح سمندری جانور سمندر میں زندگی بسر کرتے ہیں اور پانی ان کی زندگی کی ایک لازمی ضرورت ہے اور جس طرح مچھلی اور دیگر سمندری جانور بغیر پانی کے زندہ نہیں رہ سکتے اسی طرح ہوا بھی انسان کے لئے زندگی گزارنے کا ایک لازمی جزو ہے کیونکہ بغیر ہوا کے انسان زندگی نہیں گزار سکتا۔ اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے:

فمن یرد اللّٰہ أن یھدیه یشرح صدره للاسلام ومن یرد أن یضله یجعل صدره ضیقا حرجا کانما یصعد فی السماء کذلک یجعل اللّٰہ الرجس علی الذین لایؤمنون.(انعام : ۱۲۵)

ترجمہ: پھر وہ شخص جس کو ہدایت دینے کا اللہ ارادہ کرے تو اللہ اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتے ہیں اور جسکے گمراہ کرنے کا اللہ ارادہ کرتے ہیں اس کا سینہ تنگ کر دیتے ہیں بہت زیادہ تنگ گویا کہ وہ آسمان میں چڑھ رہا ہے۔ اسی طرح اللہ گندگی ڈالتے ہیں ان لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے۔

فضاء کی آلودگی۔

آج کرۂ ارض مختلف اسباب ومحرمات کی وجہ سے فضائی آلودگی سے تشویش ناک حد تک دوچار ہوگیا ہے۔ ترقی یافتہ ممالک خصوصا یورپ میں تیزابی بارش نے فضاء کو آلودہ کر دیا ہے، سیسہ ملے پٹرول کے استعمال سے ان گنت لوگ سانس، جگر اور گردے کی بیماریوں میں مبتلا ہیں؛ بچوں کے I.Q چار سے زیادہ پوائنٹ تک کم ہوگئے ہیں،

کاربن ڈائی آکسائیڈ (Co2) کے بے جا اخراج اور اضافے سے عالمی حرارت (گلوبل وارمنگ) کا اندیشہ بڑھتا جا رہا ہے، کاربن ڈائی آکسائیڈ کے بعد میتھین کی بڑھتی ہوئی مقدار کو فضائی سائنس دان عالمی حرارت کے عمل میں شدت کا ایک اہم ذریعہ مانتے ہیں۔

فضائی آلودگی کے اسباب

فضائی آلودگی کے اسباب و محرکات کی تفصیلات کے ذیل میں یوں تو بہت سی چیزیں آتی ہیں، مگر ان میں بنیادی اور اساسی نوعیت کی مندرجہ ذیل چیزیں ہیں۔

(۱) لکڑی، کوئلہ، تیل اور گیس کا بے جا اور غلط استعمال۔

(۲) صنعتی کارخانوں اور اسلحہ ساز فیکٹریوں کے فضلات۔

(۳) ہتھیاروں کی ذخیرہ اندوزی اور اسلحہ ڈپوز میں آتشزدگی۔

(۴) ٹریفک کی بہتات اور اس کا غیر فطری نظام۔

(۵) جنگلات کا صفایا۔

(۶) زہریلی گیسوں اور تابکاری شعاعوں کا اخراج۔

(۱) ایندھن کا غلط استعمال

لوگ ایندھن کو اس بے دردی اور لاپرواہی کے ساتھ استعمال کرتے ہیں کہ اگر پیداوار اور استعمال کی یہی رفتار جاری رہی، تو بہت جلد اہل دنیا ان بے بہا نعمتوں سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے اور پھر اپنے کئے پر پچھتانے کے سوا انکی جھولی میں کچھ نہ رہ جائیگا۔ اسی بے جا استعمال کا نتیجہ ہے کہ کرۂ ارض پر کاربن ڈائی اکسائیڈ اور سلفر ڈائی آکسائیڈ وغیرہ گیسوں کی بھرمار ہوگئی ہے جس سے انسانی زندگی کو شدید قسم کے خطرات لاحق ہوگئے

ہیں۔

ایندھن سے پیدا ہونے والے دھویں کے سلسلے میں صاحب ''قرآن اور ماحولیات'' نے لکھا ہے کہ ایک محتاط انداز کے مطابق دنیا میں دھوئیں کے بادل ۲۰۰۰ تک اتنے وسیع ہو جائیں گے کہ ان سے فضاء میں ۱۰/۶×۱۹۱۰ ٹن کاربن ڈائی آکسائیڈ ۱۰/۶×۱۴۶ ٹن سلفر ڈائی آکسائیڈ گیس جنم لے گی۔

(۲) صنعتی فضلات

عصر حاضر میں صنعتی اور مشینی ترقیوں نے ماحولیاتی کثافت اور بالخصوص فضائی آلودگی کے اضافے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے، صنعتی کارخانوں سے خارج ہونے والے فضلات، اسلحہ ساز فیکٹریوں سے نکلنے والی تابکاری شعاعیں اور فضاء میں بلند ہونے والی زہریلی گیس، فضائی آلودگی کا اہم اور سب سے بڑا سبب ہیں جہاں ان کارخانوں سے بلند ہونے والے دھویں فضائے آسمانی کو تاریک کرتے ہیں اور انکے زہریلے اثرات جسم انسانی سے لے کر حیوانات اور نباتات تک کو متاثر کرتے ہیں، وہیں ان سے خارج ہونے والے فضلات سے بے شمار مہلک اور لاعلاج قسم کی بیماریاں جنم لیتی ہیں اوزون کی چادر جو سورج کی زہریلی گیسوں کو ہم تک پہنچنے سے روکتی ہے رقیق اور باریک ہوتی جارہی ہے، جس کے باعث زہریلی شعاعوں سے کرۂ ارض پر بسنے والوں کے لئے خطرات اور بیماریوں کا نیا دروازہ کھل گیا ہے۔

صنعتی ترقی کی ابتدائی دور میں اہل مغرب نے کبھی اس کی طرف توجہ نہ کی آج جب اسکے مضر اثرات بڑے پیمانے پر سامنے آئے ہیں تو وہ تحفظ ماحولیات کی سوچ رہے ہیں اور مختلف قسم کی تدبیریں کر رہے ہیں۔

(۳) اسلحہ کے ذخائر اور آتشزدگی

فضائی آلودگی جن وجوہات اور اسباب سے جنم لیتی ہے ان روایتی اور غیر روایتی اسلحوں کی صنعت ذخیرہ اندوزی اور ان کی مارکٹنگ کو خاص امتیاز حاصل ہے۔

آج دنیا کے کسی ملک یا قوم کو اس بنیاد پر امتیاز اور بالادستی حاصل نہیں ہے کہ وہ مہذب اور متمدن قوم ہے اس کے پاس زندگی کے تمام شعبوں اور گوشوں کے لئے رہنما اصول موجود ہیں اس کا مذہب امن وسلامتی کا داعی اور فرض شناسی کا علم بردار ہے بلکہ آج برتری اور بالادستی کا نشان یہ ہے کہ اس کے پاس دنیا میں ہلاکت وتباہی پھیلانے کے نت نئے ہتھیار موجود ہیں وہ اگر چاہے تو یک لخت دنیا میں اپنے مہلک ہتھیاروں سے ایسا انقلاب برپا کردے کہ شاید ہی دنیا کا کوئی خطہ اسکی زد میں آنے سے رہ جائے آج وہی ملک دنیا میں سپر طاقت اور سپر پاور کہے جانے کا حق دار ہے جس کی حکومت کا دائرہ زمین سے لے کر سمندروں اور فضاؤں تک وسیع ہے۔

ہتھیاروں کے ذخائر محض ذخیرہ ہی نہیں ہیں؛ بلکہ دنیا کے اکثر خطوں میں ان کا استعمال بھی ہورہا ہے، لاکھوں جانیں انکی بھینٹ چڑھ رہی ہیں اور آنے والی نئی نسلیں اپنی پیدائش پر ماتم کناں ہیں، عراق پر آئے دن بموں کی بارش کی جارہی ہے جس کے اثرات دنیا کی نگاہوں کے سامنے ہیں، چیچنیا اور روس جیسے دوسرے ملکوں میں کیمیائی اسلحوں کے استعمال سے بچے اپاہج اور ناقص الاعضاء پیدا ہورہے ہیں اور ان بموں سے اٹھنے والے زہریلے دھویں اور ہلاکت خیز گیسیں فضائی آلودگی کو انتہاء تک پہنچانے میں کلیدی کردار ادا کررہی ہیں۔

پچھلے ایک ڈیڑھ سال کے دوران ہندوستان کے اسلحہ ذخائر میں آتشزدگی کے متعدد واقعات رونما ہوئے جن میں کروڑوں کا نقصان ہوا اور فضاء کے مسموم ہوجانے کی

وجہ سے بیماریاں اور ہیضے پھیل گئے۔

(٤) ٹریفک کی بہتات۔

آج کل موٹر گاڑیوں کی صنعت عروج پر ہے، ہر شخص اتنا آرام کوش ہوگیا ہے کہ ایک آدھ میل بھی پیدل جانے کو تیار نہیں ہے؛ موٹر کاریں گویا انکی زندگی کی ضرورت بن گئی ہیں۔ایک حقیقت ہے کہ موٹر گاڑیاں بظاہر آرام اور سہولت کے اسباب ہیں،لیکن یہ بھی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ مضرت اور نقصان کے دھارے بھی یہاں سے پھوٹتے ہیں ؛ چنانچہ موٹر گاڑیوں سے نکلنے والے زہریلے دھویں اور ڈیزل، پٹرول کے ایندھن سے پیدا ہونے والی مہلک گیسیں فضاء میں پہنچ کر فضاء کو پراگندہ اور آلودہ کرتی ہیں اسی طرح موٹر گاڑیوں کے زہر آمیز دھوؤں کے ساتھ سیسہ جیسا مہلک عنصر مل جاتا ہے جو ہوا کی روانی کے ساتھ جانداروں کی سانس کے ذریعہ پھیپھڑوں میں پہنچ جاتا ہے؛ جس کے نتیجے میں راہ چلتے لوگوں میں قسم قسم کی بیماریوں کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔موٹر گاڑیوں اور عام ٹریفک سے اٹھنے والے دھوؤں کے بادل اب اتنے وسیع ہوگئے ہیں کہ ان سے فضاء میں جو سلفر ڈائی آکسائیڈ جنم لے رہی ہے وہ انسانی زندگی کے لئے سم قاتل ہے، الغرض ٹریفک کی کثرت نے فضائی آلودگی کو کافی حد تک بڑھادیا ہے۔

(۵) جنگلات کا صفایا

ماحولیات کے تحفظ اور توازن کو برقرار رکھنے میں درختوں اور جنگلات کا اہم رول ہے، جہاں ان سے خوراک حاصل ہوتی ہے،موسم میں اعتدال پیدا ہوتا ہے،فضاء صاف ہوتی ہے،روزگار کے مواقع میسر آتے ہیں،طرح طرح کی ادویات اور دیگر فوائد حاصل کیئے جاتے ہیں وہیں وہ انسانی سرگرمیوں سے جنم لینے والے کاربن ڈائی آکسائیڈ کو

جذب کرکے ماحول کوتحفظ فراہم کرتے ہیں اورگلوبل وارمنگ کو بڑھنے سے روکتے ہیں؛ لیکن دوسری طرف یہی درخت جنگلات، جو ہمارے ماحول کی حفاظت کے لئے ایک بہت بڑا قدرتی عطیہ تھے اب انسان انہیں نہایت ہی بے رحمی سے ختم کررہا ہے، بہت سے جنگلات ہیں جو اب درختوں کے بجائے انسانوں کے جنگل بن گئے ہیں ان جنگلات میں ایسے حیوانات بھی رہتے ہیں جو بعض کثافت پیدا کرنے والی اشیاء یا جانور کو اپنی غذا بناتے ہیں، جنگلات کا خاتمہ انکے وجود کو بھی کم کرتا جارہا ہے۔

خلاصہ یہ کہ جنگلات میں کمی پیدا کرنے کے اسباب کی فراہمی کے ذریعہ کاربن ڈائی آکسائیڈ کی پیدائش میں اضافہ اوراس پر کنٹرول کو کمزور کرکے فضائی آلودگی کو ہوادی جارہی ہے، جو کسی بھی طرح روشن مستقبل کی ضامن نہیں ہے اور نہ ہی اسے دانشمندانہ اقدام کہا جاسکتا ہے۔

(۶) زہریلی گیسوں اور تابکاری شعاعوں کا اخراج

مختلف قسم کی مشینوں اور موٹر کاروں، ایرکنڈیشن اور ریفریجیٹر وغیرہ سے خارج ہونے والی زہریلی گیسیں اور اسلحہ ساز فیکٹریوں سے پھیلنے والے تابکاری اثرات بھی فضاء کو متاثر اور مسموم کرتے ہیں جس کے باعث اوزون کی چادر کو ناقابل تلافی کی حد تک نقصان پہنچتا ہے اور پھر عالمی حرارت میں اضافہ ہوکر موسموں کے توازن میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے ۱۹۸۴ء میں ہندوستان کے شہر بھوپال میں گیس کا وہ المیہ پیش آیا تھا جو دنیا کے چند ماحولیاتی المیوں میں سے ایک ہے اور جس میں ۲ ہزار جانیں تلف ہوئی تھیں اور ہزاروں کی تعداد میں مرد وخواتین معذور ہوگئے تھے، اسی واقعہ نے ہندوستان میں ماحولیاتی آلودگی کے مسئلے کو حکومتی اور عوامی سطح پر نمایاں کیا تھا۔

ہندوستان میں ہندومت سے تعلق رکھنے والے ہرسال دیوالی کے نام سے ایک تہوار مناتے ہیں جس میں کروڑوں سے زائد تعداد میں دیئے اور موم بتیاں جلائی جاتی ہیں اور ان گنت بارودی پٹاخے آسمان میں چھوڑے جاتے ہیں جس کے نتیجہ میں دھواں اور گیس کا ایک سیلاب آسمان کی طرف اٹھتا ہے اور پھر پوری فضاء آلودہ ہوکر رہ جاتی ہے اور زمین پر بسنے والوں کو قسم قسم کی پریشانیاں لاحق ہوجاتی ہیں اور وہ طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں، علاوہ ازیں آگ لگنے کے واقعات بہ کثرت رونما ہوتے ہیں؛ جس میں سینکڑوں جانیں اور کروڑوں بلکہ اربوں روپئے مالیت کے ساز وسامان جل کر راکھ ہوجاتے ہیں یہ اسلام ہی کا امتیاز اور اس کی حقانیت کی دلیل ہے کہ اس کا کوئی قانون کوئی اصول انسانی صحت کے لئے ضرررساں نہیں ہے، الغرض ہندوستان کی فضائی آلودگی میں اضافے کا ایک اہم سبب یہ تہوار بھی ہے جس پر حفظان صحت کے قوانین کی رو سے پابندی عائد ہونی چاہیئے۔

فضائی آلودگی کے صحت پر مضر اثرات

عالمی ادارہ صحت کی ایک رپورٹ کے مطابق فضائی آلودگی کا شکار ہونے کے بعد ہمیں بہت سی بیماریوں میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہوجاتا ہے، مثلاً تنفس میں دقت، دل کی بیماریوں اور پھیپڑوں کا سرطان وغیرہ۔ فضائی آلودگی کی بناپر ہماری صحت متاثر ہوتی ہے۔ چھینکوں اور کھانسیوں کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ یہ صورت حال آگے چل کر دل کو بھی متاثر کرنے لگتی ہے۔ ہمیں ناچار دوائیں کھانی پڑتی اور معالجین کے کلینکوں کے چکر لگانے پڑتے ہیں۔ پھر جب اسپتال میں داخلہ لینے کے بعد صحت یابی حاصل نہیں ہونے پاتی تو مریض وقت سے پہلے موت کا شکار ہوجاتا ہے۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ فضائی آلودگی سے ہم بہت سے بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں، لیکن اس سے نظام تنفس بہت جلد متاثر ہوتا ہے اور اس کے بعد دل کی باری آجاتی ہے۔ فضائی آلودگی فرد واحد پر کتنی اثر انداز ہوتی ہے، انحصار اس پر ہے کہ وہ آلودگی میں کس حد تک رہتا ہے، اس کی جسمانی حالت کیسی ہے اور موروثی طور پر آلودگی سے متاثر نہیں ہوتا رہا ہے۔

فضائی آلودگی میں عام طور پر اوزون ، نائٹروجن ، ڈائی اوکسائڈ اور سلفر ڈائی اوکسائڈ ہم پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ دنیا بھر میں اس وقت اندرونی اور بیرونی آلودگی سے مرنے والے افراد کی تعداد ۴۳ لاکھ ہو چکی ہے۔ ترقی پذیر مما لک میں پانچ برس سے کم عمر کے بچے زیادہ غیر محفوظ ہیں اور اموات کا شکار ہو رہے ہیں۔

دل پر اثرات

فضائی آلودگی سے فالج کا خطرہ ہوتا ہے، خاص طور پر یہ خطرہ ترقی پذیر مما لک کے رہنے والوں کو زیادہ ہوتا ہے۔ حال ہی میں ہونے والی ایک تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ فضائی آلودگی سے خواتین خون کی کمی کا شکار ہو رہی ہیں، البتہ انہیں ایسا فالج نہیں ہوتا، جس میں جریان خون کا خطرہ بھی ہوتا ہے۔ فضائی آلودگی سے دل کی شریانیں بھی متاثر ہوتی ہیں۔

سرطان کے ممکنہ اثرات

ڈنمارک میں ہونے والی ایک تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ وہ افراد جو ایسے علاقوں میں رہتے ہیں، جہاں نائٹروجن ڈائی اوکسائڈ کی مقدار زیادہ ہوتی ہے، وہ پھیپڑوں کے سرطان ہونے کے امکانات بھی ہوتے ہیں، جن میں دماغ کا سرطان اور رحم کے نچلے

حصے کا سرطان (CERVICAL CANER) شامل ہے۔

بچوں پر اثرات

وہ ممالک جہاں فضائی آلودگی زیادہ پھیل رہی ہے، وہاں بچے بھی متاثر ہورہے ہیں ۔انہیں دمہ، نمونیا اور سانس کی بیماریاں لاحق ہورہی ہیں۔ بچوں کی صحت کو مدنظر رکھتے ہوئے احتیاطی تدابیر اختیار کی جارہی ہیں۔

انڈیا کے شہر نئی دہلی میں دھواں اگلتی بسوں کے مضر اثرات پر قابو پانے کے لئے ڈیزل کی جگہ اب (COMPRESSED) قدرتی گیسیں استعمال ہورہی ہیں۔ عالمی ادارہ صحت کے اعداد وشمار کے مطابق یہ بیماریاں ایسے ممالک میں زیادہ ہیں، جو ترقی پذیر ہیں اور جہاں غربت وافلاس زیادہ ہے۔مثال کے طور پر مصر، سوڈان، منگولیا اور انڈونیشیا۔امریکا میں فضا کو صاف رکھنے کا قانون نافذ ہوا تھا، مگر ان میں چودہ کروڑ ساٹھ لاکھ امریکی جو آلودہ ماحول میں رہ رہے تھے، بیماریوں کا شکار ہونے لگے۔ یہ افراد اوزون، نائٹروجن ڈائی اوکسائڈ، کاربن ڈائی وکسائڈ اور سیسے کا شکار تھے، جو گاڑیوں کے دھویں میں شامل ہوتا ہے۔

بچے عام طور پر کھلی فضا میں زیادہ رہتے ہیں، اس لیے فضائی آلودگی ان پر زیادہ اثر انداز ہوتی ہے۔

اسلامی تعلیمات :

چراغ گل کرنے کی ہدایت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی تمام چیزوں سے منع فرمایا ہے جس سے فضائی آلودگی پھیلتی ہوں اور انسان کی صحت کے لئے مضرت رساں ہوں، چنانچہ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے رات کو سوتے وقت چراغ گل کرنے کا حکم فرمایا اس لئے کہ اس گھر میں آگ لگنے کا خطرہ ہے، نیز دھواں جو کاربن گیس سے مرکب ہوتا ہے دم گھٹنے اور فضائی آلودگی کے اضافہ کا قوی سبب ہے، موٹر گاڑیوں، الیکٹرانک مشینوں اور صنعتی کارخانوں سے نکلنے والا دھواں اور گیس بھی اس ضمن میں آتی ہے، لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ان تمام ذرائع کو شامل ہے جو دھواں اور زہریلی گیسوں کے اخراج کا سبب بنتے ہیں، حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چراغ گل کرنے کا حکم فرمایا، حدیث شریف میں ہے:

خمروا الانية واجيفوا الأبواب وأطفئوا المصابيح فإن الفويسقة ربما جرت الفتيلة فاحرقت البيت. (شرح السنة : ۱۱-۳۹۱)

حضرت ابوموسیٰ نے مدینہ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ میں رات کو کسی گھر میں آگ لگ گئی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آگ تمہاری دشمن ہے لہٰذا جب تم سونے لگو تو اسے بجھا دیا کرو۔

احترق بيت على اهله بالمدينة من الليل فلما حدث رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بشانهم فقال ان هذه النار انما هى عدولكم فإذا نمتم فاطفئوها عنكم. (مسلم : ۲-۱۷۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوامخواہ بلاضرورت چراغ جلانے سے منع فرمایا جو اس بات کا اشارہ ہے کہ اسلام کی نظر میں بلاضرورت ایسی چیزوں کا استعمال جن سے دھواں وغیرہ کا اخراج ہو اور فضائی آلودگیاں جنم لیتی ہوں قطعاً محبوب نہیں ہے حضرت جابر سے مروی ہے کہ صبح کے وقت چراغ جلانے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناپسند فرماتے تھے۔

كان رسول الله صلی الله عليه وسلم يكره السراج عند الصبح
رواه الطبرانی فی الاوسط. (مجمع الزوائد : ۸-۲۰۸)

تدفین کا اسلامی طریقہ

حضرت آدمؑ کی وفات کے بعد فرشتے آسمان سے نازل ہوئے اوران کی اولاد کے سامنے تجہیز وتکفین کر کے قبر میں دفن کیا اور حضرت آدمؑ کے بیٹے قابیل کو جو دنیا میں انسان کا سب سے پہلا قاتل تھا، کوے کے ذریعہ اپنے شہید بھائی ہابیل کوزمین میں دفن کرنے کا طریقہ دکھایا گیا، یہ خدائی تعلیم آدمؑ کے لئے فرشتوں کے ذریعہ اور قابیل اور اسکی اولاد میں استعداد کی کمی کے سبب کوے کے واسطے سے دی گئی؛ یہیں سے مردوں کو دفنانے کا طریقہ رائج ہوگیا جوفطری طریقہ ہےاور جس کے بہت سے فوائد ہیں، قرآن کریم نے اس طریقہ کا ذکر یوں کیا ہے:

منها خلقنكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم
تارة أخرى(طه : ۵۵)

ترجمہ: مٹی ہی سے ہم نے تم کو پیدا کیا ہےاوراسی میں ہم تم کودوبارہ لوٹائیں گے اوراسی سے ہم تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔

مردوں کودفن کرنے کےفوائدکوحضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے اپنی تفسیر ’’تفسیرعزیزی‘‘: ۷۵تا۷۷ پارۂ عم میں قدرے تفصیل سے ذکر کیا ہے جسے اپنے مقام پر دیکھا جا سکتا ہے، تاہم سائنسی نقطۂ نظر سے یہ بات اہم ہے کہ ایسی شکل میں جہاں آدمی فضول خرچی سے بچتا ہے، وہیں فضائی آلودگی اور آبی آلودگی سے بھی حفاظت ہوتی ہے جبکہ اس کے بالمقابل مُردوں کوجلانے اوراس کی راکھ کو پانی میں بہا دینے میں- جیسا کہ

ہندوستان سے لے کر یورپی ممالک تک میں یہ عمل جاری ہے۔ اقتصادی اور ماحولیاتی نقصانات درپیش ہوتے ہیں، چنانچہ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ ایک آدمی کوجلانے میں کم از کم دوکوئنٹل لکڑی کی ضرورت پڑتی ہےاوراوسطاروزانہ ہندوستان جیسے بڑے ملک میں ۵ ہزار کی شرح اموات مان لی جائے تو دوسوروپئے فی کنٹل کے حساب سے دس ہزار کنٹل لکڑی کی قیمت دس لاکھ روپئے ہوگی جو یوں ہی جل کرراکھ بن جائے گی، اور کسی کے کچھ کام نہیں آسکے گی جواقتصادی اور معاشی نقطۂ نظر سے پسندیدہ چیز نہیں قرار دی جاسکتی اور اسی کے ساتھ دھوئیں کی کثافت (کاربن ڈائی آکسائیڈ) ماحولیات کا مسئلہ پیدا کرتی رہے گی، جوزندہ انسانوں کی صحت کے لئے مضر چیز ہے، جبکہ دفن کردینے میں ایسا کوئی مسئلہ سرے سے پیدا ہی نہیں ہوتا، بلکہ مختلف صورتوں میں اسکی افادیت اور فیض رسانی ہر ایک کے لئے ناقابل فراموش حقیقت ہے۔

الغرض تدفین کا اسلامی طریقہ،فضائی اورآبی آلودگی کےاسباب وذرائع کے لئے قدغن ہے، یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کوجلانے سے منع فرمایا اورقتل کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ آگ کا عذاب صرف اللہ تعالیٰ ہی دیگا۔ بخاری کی روایت ہے:

إن وجدتم فلانا وفلانا فاحرقوهما بالنار ثم قال رسول الله صلى اللّٰه عليه وسلم حين اردنا الخروج إني امرتكم ان تحرقوا فلانا وفلانا وان النار لايعذب بها الا اللّٰه فان وجدتموهما فاقتلوهما.(بخاری : ۱-۴۲۳)

حضرت عکرمہ نے حضرت علی کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ کچھ لوگ حضرت علی کو خدا

کہتے تھے آپ نے انہیں آگ میں جلا دیا جب اس واقعہ کی خبر حضرت ابن عباسؓ کو پہنچی تو فرمایا کہ اگر حضرت علی کی جگہ میں ہوتا تو جلاتا نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم اللہ جیسا عذاب مت دو (آگ میں مت جلاؤ) بلکہ قتل کر دیتا اسلئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اللہ کے دین میں تبدیلی پیدا کرے اسے قتل کر دو۔ (بخاری: ۱-۴۲۳)

آلائش کو دفن کرنے کا حکم

جن چیزوں سے ماحول پراگندہ اور فضا متاثر ہوتی ہے ان چیزوں کو آبادی کے قریب یا باہر سطح زمین پر رکھنا اسلام کے مزاج نظافت کے مغائر ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناک سے نکلنے والی آلائش کو دفن کرنے کا حکم دیکر فضاء کو آلودہ کرنے سے بچانے کی بنیادی اور اصولی تدبیر پیش کی ہے، حضرت سعد بن وقاص فرماتے ہیں کہ

: سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول: اذا تنخم احدکم فلیغیب نخامته، لاتصیب جلد مؤمن اوثوبه. (رواه البزارورجاله ثقات)(مجمع الزوائد : ۸-۲۱۲)

اسی طرح فقہاء نے خواتین کو ماہواری کے زمانے کے آلودہ کپڑوں کو دفن کرنے کا حکم دیا ہے، ظاہر سی بات ہے کہ جس مذہب نے آلائش جیسی معمولی تکلیف دہ چیز کو اتنا وزن دیا ہو، وہ فضائی آلودگی پھیلانے والے آج کے نت نئے اسباب کو کیسے برداشت کرسکتا اور سند جواز فراہم کرسکتا ہے؟ جو سراپا تباہی وبربادی کے اسباب ہیں۔

درختوں کو کاٹنے کی ممانعت

تحفظ ماحولیات میں جنگلات اور درختوں کا جو کردار ہے وہ کسی پر مخفی نہیں ہے وہ

مختلف اسباب سے پیدا ہونے والی زہریلی گیس کاربن ڈائی آکسائیڈ کو جذب کر کے حیوانات کی حفاظت کا سامان فراہم کرتے اور فضاء میں توازن برقرار رکھتے ہیں، فضائی آلودگی میں اضافے کا ایک سبب جنگلات کی کمی اور اس کا کٹاؤ بھی ہے، عرب میں عام طور پر ببول اور بیری ہی کے درخت ہوا کرتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیری کے درخت کے بارے میں فرمایا کہ اس کو کاٹنے والے اوندھے منھ جہنم میں جائیں گے۔

ان الذین یقطعون السدر یصبون فی النار علی وجوھم صبا.

(رواہ الطبرانی فی الاوسط)

یعنی درختوں اور جنگلات کا موجودہ کٹاؤ اسلامی نقطۂ نظر کے خلاف ہے۔(مجمع الزوائد: ۸-۲۱۴)

قاضی ابویوسف کا فتوی

قرآن کریم اور آپ کی تعلیمات اور عمل ہی کا نتیجہ تھا کہ مسلمان دور اول ہی سے پاکی کو کافی اہمیت دیتے تھے، مسلمانوں کے دور حکومت میں آلودگی سے پاک تہذیب وتمدن کا دور دورہ تھا، بازار میں فروخت ہونے والی غذاؤں اور مشروبات کی صفائی ستھرائی، حفظان صحت کی نگرانی اور اسلامی ضابطۂ اخلاق کے مطابق تجارتی سرگرمیوں کے نظم کے لئے اگر بازار میں جمع کیچڑ سے گاہکوں اور مال واسباب کو نقصان پہنچنے لگے تو ساکنین بازار کو اسے صاف کرنے کے لیے کہا جائے، مسلم معاشرہ فضائی آلودگی کے معاملہ میں بھی حد درجہ محتاط تھا، اور اسے روکنے کی تدابیر بھی کی گئی تھیں، حضرت قاضی ابو یوسف نے فتوی دیا تھا کہ ہر شخص کو یہ اختیار ہے کہ وہ اپنے کسی پڑوسی کو اپنا گھر حمام میں تبدیلی کرنے یا اس کے دھویں سے دوسروں کو تنگ کرنے سے روک دے۔

ایک روایت کے مطابق امیر المؤمنین سیدنا عمر بن الخطابؓ نے ایک لوہاری کی دکان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دیا تھا کیونکہ وہ پریشان کن آلودگی کا سبب بنی ہوئی تھی۔

امام شیرازی نے اپنی کتاب ''**نهاية الرتبه فى طلب الحسبه**''میں ذکر کیا ہے کہ کوتوال کو چاہیئے کہ خبازین (روٹی بنانے والوں) کی دکانوں کی چھت بلند کروائے اور انکی دکانوں کے دروازے کھلے رکھوائے اور چولہوں کی چمنیوں کو کشادہ کروائے تاکہ دھواں نکل جائے اور لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔اسی طرح وہ صباغ (رنگ ریز) کو راستے پر اسکے رنگ پکانے کے چولہے جلانے کی اجازت نہ دے تاکہ اردگرد بسنے والوں اور راستے گزرنے والوں کو تکلیف نہ ہو۔

تحفظ ماحولیات میں نباتات کا کردار

نظام شمسی میں ہمارے سیارے کو یہ منفرد مقام حاصل ہے کہ صرف اسی پر زندگی اپنی گونا گوں صفات کے ساتھ جلوہ گر ہے، خلا سے کرۂ ارض کا مشاہدہ کیا جائے تو یہ دنیا بڑی حسین نظر آتی ہے، کروڑوں سال پہلے جب زندگی نے اس سرزمین پر پہلی انگڑائی لی تھی تو یہ ایسی نہ تھی، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہمہ انواع واقسام کے جانوراور پودے جنم لیتے گئے اور اسکے حسن میں اضافہ کرتے گئے اس وقت فطرت کی گود میں پلنے والا انسان بڑا معصوم اور قطعی بے ضرر تھا۔فطرت سے اس کا گہرا اور قریبی رشتہ تھا۔قدرت کی عطا کردہ نعمتوں کو وہ بیش بہا عطیہ جان کر استعمال ضرور کرتا تھا مگر اس کے استحصال اور اس نظام میں مداخلت کا خیال کبھی نہیں آیا کہ وہ ماحول کا ایک لازمی عنصر بن کر زندگی گزارتا تھا۔ گھنے جنگل ، اونچے اونچے پہاڑ، سرسبز مرغزار، اٹھلاتی بل کھائی ندیاں، گنگناتے ہوئے جھرنے،شور مچاتے ہوئے آبشار، قسم ہا قسم کے چرند ودرند، خوبصورت رنگوں اوردل نشین آوازوں والے پرند، سرسبز وشاداب درخت، رنگ برنگے پھول اسکے دن بھر کے جسمانی تھکن اور ذہنی کلفتوں کو دور کرنے کا بڑا ذریعہ تھے۔

پیڑ پودے اور جنگلات تحفظ ماحولیات کے باب میں خاص اہمیت رکھتے ہیں، اسلئے کہ حیوانات اور صنعتی کارخانوں اور دیگر انسانی سرگرمیوں کے نتیجے میں پیدا ہونے والی زہریلی گیس کاربن ڈائی آکسائیڈ وہائیڈروجن وغیرہ کو جذب کرکے آکسیجن میں تبدیل کرنے کا کام بھی یہی جنگلات اور پیڑ پودے کرتے ہیں۔اسی وجہ سے ماہرین درختوں اور پیڑ پودوں کو آکسیجن کی فیکٹریاں کہتے ہیں، اب تک نباتات کی ۲۵۰۰۰۰

اقسام دریافت ہوچکی ہیں، ماہرین کے مطابق ان جنگلات میں جس قدر کمی واقع ہوتی جائے گی، اسی قدر کاربن ڈائی آکسائیڈ میں اضافہ ہوتا رہے گا، جس کے نتیجے میں عالمی حرارت میں اضافہ اوزون کو نقصان پہنچنے کی وجہ سے باشندگان عالم میں بیماریوں کا پھیلاؤ عام ہوجائیگا، پھر پورا عالم کربناک بیماریوں اور خطرناک بلاؤں کے چنگل میں ہوگا۔

آج دنیا اسی صورت حال سے دوچار ہے کہ ایندھن، عمارتی تزئین اور اسمگلنگ نیز آبادی بسانے کے لئے جنگلات کے کٹاؤ (صفایا) اور شجر کشی سے دنیا کے بہت سے ممالک جنگلات کے ان فوائد اور صحت مند اثرات سے محروم ہورہے ہیں، حیوانات کی ۷۰ فیصدی تعداد ان ہی جنگلات میں بستی ہے، جنگلات کے خاتمے کے نتیجے میں ہم حفظان صحت کے تعلق سے ان قیمتی جانوروں سے بھی محروم ہورہے ہیں۔

زمانۂ قدیم کے لوگوں نے قدرتی ماحول سے خوشگوار رابطہ قائم رکھا تھا وہ قدرتی توازن کو بگاڑے بغیر پوری طرح اس سے مستفیض ہوتے تھے، مگر وقت کے گذرنے کے ساتھ ساتھ انسان کے نقطۂ نظر میں تبدیلی پیدا ہونی شروع ہوئی۔ وہ خود کو دھیرے دھیرے ان نعمتوں کے سیاہ وسفید کا مالک سمجھنے لگا اور اس دولت کو بے دریغ خرچ کرنا بلکہ زیادہ صحیح یہ کہنا چاہیے برباد کرنا شروع کیا۔ تہذیب وتمدن کے پروان چڑھنے کے ساتھ ساتھ اس کی رخنہ اندازی میں بھی اضافہ ہوا۔ پھر جدید سائنس وٹکنالوجی ترقی اسے ایک دوسرے تباہ کن موڑ پر لے گئی۔ انگریز جب ہندوستان آئے تو شکار کی بہتات دیکھ کر گویا پاگل سے ہوگئے، چنانچہ اپنے اس شوق کو خوب پورا کیا۔ ادھر عالمی جنگوں کے چھڑ جانے سے انسانوں کو جنگلات اور جنگلی جانوروں سے زیادہ سابقہ پڑا اور ان کی ہوس، جھوٹے وقار وشکار کے شوق اور معاشی خوشحالی کی لگن نے ان کا جانی دشمن بنادیا۔ بڑھتی

ہوئی آبادی کو رہائش گاہیں اور غذا مہیا کرنے اور مختلف اشیائے زندگی کی تیاری کے لیے انسانوں نے جنگوں کو صاف کرنا شروع کیا۔ یہ جنگل جو بارش برسانے، زمین کی تخریب کاری کو روکنے، آکسیجن کی مقدار کو متعین کرنے، فضا کو صاف رکھنے اور فضائی توازن کو برقرار رکھنے کے ذمہ دار تھے دھیرے دھیرے غائب ہونا شروع ہوئے۔ جنگلی جانوروں کے مسکن تباہ ہوئے اور یہ جانور فرار ہونے پر مجبور ہوئے اس طرح دھیرے دھیرے ان کی نسلیں معدوم ہونے لگیں آج ہندوستان ہی نہیں پوری دنیا سے چند ایسے جانوروں کی نسلیں ناپید ہونے کے قریب ہیں، ماضی میں جن کے ریوڑ کے ریوڑ فطری ماحول میں قلانچیں بھرتے نظر آتے ہیں۔ ختم ہو جانے کے خطرے سے دو چار جانوروں میں شیر، شیر ببر، چیتا، گینڈا، بارہ سنگھا، تغدار، پہاڑی کوئل، لالہ تیتر اور جانوروں (بشمول پرندوں کے) اور بے شمار قسموں کے نام لیے جاسکتے ہیں علاوہ ازیں بعض آرائشی اور ادویاتی اہمیت کے حامل پودے بھی اس دنیا سے مٹ جانے کے قریب ہیں اور اگر یہی حال رہا تو ہماری آنے والی نسلوں کو ان کے بارے میں جاننے کے لیے کتابوں کا سہارا لینا پڑے گا جس طرح آج میمتھ، ڈائنا سور وغیرہ کی معلومات کے لیے ہمیں عجائب گھروں اور کتابوں کی طرف رجوع ہونا پڑتا ہے۔

جنگلات کے خاتمہ سے ایک طرف قدرتی توازن برقرار نہ رہ سکا جس سے موسم متاثر ہوئے جس کا لامحالہ اثر خود انسان کی زندگی پر پڑا۔ فضا جو کہ بڑی حد تک پاک صاف ہوا کرتی تھی وہ آلودہ ہوئی۔ گنجان بستیوں سے گندے پانی اور انسانی فضلہ کے نکاس، گھڑگھڑاتی مشینوں، دھواں اگلتی چمنیوں اور حمل ونقل کے ذرائع نے روز افزوں ترقی نے ہوا اور پانی کو آلودہ کیا۔ انسانی اور صنعتی فضلات کو ٹھکانے لگانے کے لئے انسان کو دریا اور سمندر کے علاوہ دوسرا ٹھکانہ نظر نہیں آیا۔ پانی کی آلودگی نے مچھلیوں

سمیت بہت سے آبی جانوروں کی نسل کو خطرہ سے قریب کیا ہوا اور پانی کی آلودگی کا اثر پرندوں پر بھی پڑا۔اوراس طرح قدرت میں موجود قدرتی غذائی زنجیر متاثر ہوئی۔

برسوں تک جنگلاتی دولت کی لوٹ کھسوٹ کے بعد انسانوں کو اس کا احساس اس وقت ہوا جب کہ خود اس کی زندگی اس کی معیشت متاثر ہوئی۔موسموں کی باقاعدگی متاثر ہوئی۔خشک سالی، قحط سالی اور سیلاب عالمی مسئلے بن گئے اور ساری دنیا میں ہاہا کار مچ گئی۔اقوام عالم،ان کی انجمن، (UNO)اس کے مختلف اداروں،ایجنسیوں اور مختلف مما لک کی تنظیموں نے جنگل،جنگلی جانوروں اور ماحول کی بحالی کی طرف توجہ دی۔خود ہندوستان بھی اس معاملے میں پیچھے نہیں ہے۔(ماحولیات اورانسان،ڈاکٹر جاوید احمد:۲۹)

اسلامی تعلیمات

درختوں اور پیڑ پودوں سے بھرے جنگلات کی اہمیت کس قدر اور کس درجہ ہے اس کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بار بار متعدد زاویے سے اس اہمیت کا ذکر کیا ہے:

وأنزلنا من المعصرات مآءً ثجاجا. لنخرج به حبًا ونباتًا. وجنّٰت الفافًا.(نبأ : ۱۴-۱۶)

ترجمہ:اورہم نے بادلوں سے زور سے بہنے والا پانی اتارا۔تاکہ ہم اس کے ذریعہ نکالیں اناج اور سبزہ۔اور گھنے باغات۔

وأنزل من السماء مآءً فاخرجنا به أزواجًا من نبات شتیٰ.(طه : ۵۳)

ترجمہ:اورجس نے آسمان سے پانی اتارا پھرہم نے اس کے ذریعہ مختلف نباتات کے جوڑوں کو نکالا۔

الـم تـر أن الله انـزل مـن السماء ماءً فاخرجنا به ثمرات مختلفًا الوانها.(فاطر : ۲۷)

ترجمہ: کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا۔ پھر ہم نے اس سے پھلوں کو نکالا، جن کے رنگ مختلف ہیں۔

والارض بعد ذلک دحٰها أخرج منها مآء ها ومرعٰها والجبال ارسٰها متاعًا لکم ولانعامکم.(نازعات : ۳۰-۳۳)

ترجمہ: اوراس کے بعد زمین بچھائی اس میں سے اس کا پانی اوراس کی چراگاہ (یعنی چارہ) کونکالا۔ اور پہاڑوں کو گاڑ دیا۔ تمہارے فائدہ کے لیے اور چوپاؤں کے لیے۔

فیها فاکهة والنخل ذات الاکمام والحب ذو العصف والریحان.(رحمن : ۱۱-۱۲)

ترجمہ: جس میں میوے ہیں اور کھجور ہیں غلاف والے۔ اوراناج ہے بھوسے والا اورخوشبودار پھول ہیں۔

افرء یتم ماتحرثون ء انتم تزرعونه ام نحن الزارعون لو نشآء لجعلنٰه حطاماً فظلتم تفکهون.(واقعه : ۶۳-۶۵)

ترجمہ: کیا تم نے دیکھا اس کو جوتم بوتے ہو؟ کیا تم اس کھیتی کو اُگاتے ہو یا ہم کھیتی اُگانے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو ہم اس سے چورا چورا بنادیں، پھر تم باتیں بناتیں رہ جاؤ۔

مذکورہ آیات قرآنیہ سے نباتات کی اہمیت بخوبی اُجاگر ہوتی ہے، جس کا تقاضا تھا کہ ان کے استعمال میں اسراف اور بے جا استعمال سے گریز کیا جاتا؛ مگر قدر ناشناسی کا

نتیجہ ہے کہ دنیا ان کے فوائد سے محروم ہوکر از خود مصیبتوں میں گرفتار ہورہی ہے۔

شجرکاری کی اسلام میں ترغیب

اسلام نے درختوں کی حفاظت اور شجرکاری کی طرف خصوصی توجہ دلائی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کی حفاظت کے سلسلے میں خصوصی ہدایت دی اور شجرکاری کی ترغیب بھی دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: مسلمان کوئی درخت یا کھیتی لگائے اور اس میں سے انسان، درندہ، پرندہ یا چوپایہ کھائے، تو وہ اس کے لئے صدقہ ہوجاتا ہے، بخاری شریف کی روایت ہے:

عن انس بن مالک عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم مامن مسلم غرس غرسًا فأكل منه انسان أو دابة الا كان له صدقة.(بخاری شریف : ۲-۸۸۹)

مسلم شریف کے الفاظ ہیں:

لايغرس مسلم غرسًا ولايزرع زرعًا فيأكل منه إنسان ولا دابة ولاشئ إلا كانت له، صدقة.(مسلم : ۲-۱۵)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت میں ہے:

مامن مسلم يغرس غرسًا إلا كان ماأكل منه له صدقة وما سرق منه له صدقة وما أكل السبع فهو له صدقة وما أكلت الطير فهو صدقة ولا يرزؤه احد الا كان له صدقة.(مسلم : ۲-۱۵)

یہی وجہ ہے کہ علماء نے سب سے پاکیزہ، عمدہ اور افضل ترین پیشہ کاشتکاری کو قرار دیا ہے۔

امام نوویؒ لکھتے ہیں:

وقداختلف العلماء فی أطیب المکاسب وأفضلها؛ فقیل التجارة، وقیل الصنعة بالید، وقیل الزراعة، وهو الصحیح.(شرح نووی علی هامش مسلم : ۲-۱۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو (جو ایک یہودی کے غلام تھے) جب ایمان لائے تو فرمایا کہ تم اپنے آقاء سے مکاتبت کا معاملہ کرلو، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے معاملہ طے کرلیا، بدل کتابت میں آقا نے ان پر لازم کیا کہ وہ چالیس اوقیہ ادا کریں اور کھجور کے تین سو درخت لگائیں جب تمام درخت لگ جائیں اور کوئی سوکھے نہیں، تو وہ آزاد ہیں، جب معاملے کی تفصیلات کا علم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میں اعلان کیا کہ تم اپنے بھائی کی مدد کرو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے اپنی اپنی وسعت کے بقدر کھجور کے پودے دیئے یہاں تک کہ تین سو پودے پورے ہوگئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ پودوں کو لگانے کے لئے زمین تیار کرو، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی مدد سے زمین تیار کی، جب زمین تیار ہوگئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک ایک پودہ دیتے اور آپ اپنے دست مبارک سے اسے زمین میں لگاتے جاتے، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

فجعلنا تقرب له الودی ویضعه رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بیده.(مسند احمد بن حنبل : ۵-۱۵۵)

اس طرح تین سو پودے تیار ہو گئے اور چالیس اوقیہ کا نظم یوں ہوا کہ سونے سے بھرا ایک تھیلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تھیلہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو دیتے ہوئے فرمایا کہ اس سے بدل کتابت ادا کردو، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے اسے تولا تو بخدا وہ چالیس اوقیہ تھا، اس کے بعد حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آزاد ہو گئے ، الحاصل شجر کاری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور درختوں اور جنگلات کو کاٹنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور ہدایات کے خلاف ہے،قربان جایئے اسلام کی ہمہ گیر اور ہمہ جہت تعلیمات پر کہ اس نے کسی بھی گوشے کو تشنہ نہیں چھوڑا۔

اسی لئے بعض صحابہ خاص اہتمام سے درخت لگایا کرتے تھے، امام احمدؒ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ خاص اسی نیت سے درخت لگایا کرتے تھے۔

احیاء موات کی ترغیب

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی نے ایسی زمین کو آباد کیا جو کسی کی ملکیت نہیں ہے،تو وہ شخص اس کا زیادہ حقدار ہے،حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں یہی فیصلہ دیا،روایت کے الفاظ ہیں:

عن عائشةرضی اللّٰه عنها عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال من أعمر أرضا لیست لأحد فهو أحق، قال عروة : قضی به عمر فی خلافته.(بخاری شریف : ۳۱۴)

اگر کوئی شخص ایسی اراضی قبضہ میں لے کر پھر اسے آباد کرنا چھوڑ دے، تو زمین اس سے لے کر دوسرے کے حوالہ کر دی جائے گی؛ تا کہ وہ اس میں کھیتی کرے۔

درخت کاٹنے کی ممانعت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو ناپسند فرمایا کہ درخت بلا ضرورت کاٹے جائیں، اس زمانہ میں عرب ریگستانوں میں زیادہ تر بیری اور ببول کے درخت ہوتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیری کے درخت کے بارے میں فرمایا کہ: اس کو کاٹنے والے اوندھے منہ جہنم میں جائیں گے۔ حدیث شریف میں ہے:

إن الذين يقطعون السدر يصبون في النار على وجوههم صبا.

(رواه الطبراني في الاوسط) (مجمع الزوائد : ٨-٢١٤)

ایک دوسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کاٹنے والے پر لعنت بھیجی ہے:

أخرج فناد في الناس لعن الله قاطع السدر. (رواه الطبراني في الاوسط)(مجمع الزوائد : ٨-٢١٤)

عرب ریگستانی علاقہ تھا، لوگ دور و دراز علاقوں سے خانہ کعبہ کی زیارت اور حج کے لئے مکہ آتے، لوگوں کا بڑا مجمع ہوتا؛ اس لئے مکہ میں ماحولیات کی حفاظت کا انتظام بھی فطرتاً ضروری تھا، چنانچہ اسلام نے حرم مکہ اور مدینہ کے درختوں اور سبزہ زاروں کو کاٹنے اور جانوروں کو مارنے کی ممانعت کر دی؛ تا کہ ماحولیات کا تحفظ بصورت اتم ہو سکے، قریب و بعید سے آنے والے حجاج کرام اور زائرین ، ماحولیاتی آلودگی کے مضر اثرات سے محفوظ رہ سکیں، ترمذی کی روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إن مكة حرمها اللّٰه تعالىٰ ولم يحرمها الناس ولايحل لإمرى يؤمن باللّٰه واليوم الآخر أن يسفك فيها دمًا أو يعضد بها شجرة.(نسائی : ۲-۲۴)

حضرت سعد کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مدینہ کے دو سیاہ پہاڑوں کے درمیان کے پیڑ پودوں کو کاٹنے اور شکار کرنے کو حرام کرتا ہوں۔روایت کے الفاظ ہیں:

عن سعد رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إنی أحرم مابین لابتی المدینة أن یقطع عضاها أو یقتل صیدها.(مشکوة: ۱-۲۳۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حرم رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم مابین لابتی المدینة قال ابوهریرة فلو وجدت الظباء مابین لابتیها ماذعرثها وجعل اثنی عشر میلا حول المدینة حمی.(مسلم : ۲-۱۰۰۰)

یہاں تک کہ جنگ میں بھی اسلام نے کھیتوں اور درختوں کو جلانے اور نقصان پہنچانے کو ناپسند کیا ہے، قرآن مجید نے ایسے سرکش فاتحین کی مذمت کی ہے، جو کسی علاقے پر غلبہ پانے کے بعد وہاں کے کھیتوں کو تباہ و برباد کرتے ہیں۔

واذا تولی سعی فی الارض لیفسد فیها ویهلک الحرث والنسل واللّٰه لایحب الفساد.(بقرہ : ۲۵۰)

اور جب پیٹھ پھیرتا ہے تو اس دوڑ دھوپ میں پھرتا رہتا ہے کہ شہر میں فساد کر دے

اور (کسی کے) کھیت یا مویشی کوتلف کردے اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسندنہیں فرماتا۔

اس آیت کے تحت امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:

دلت الآية على الحرث وزراعة الأرض وغرسها بالأشجار حملا على الزرع وطلب النسل وهو نماء الحيوان وبذلک يتم قوام الإنسان.(الجامع لأحكام القرآن : ۳-۱۸)

یعنی یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کھیتی باڑی، زمین کی زراعت اور درخت وغیرہ لگانا چاہئے اور طلب نسل یعنی حیوانات کی نشوونما کے طریقوں کو بھی اپنانا چاہئے کہ ان سے انسان کی خوراک کی ضرورت پوری ہوتی ہے جس پر انسانی زندگی کا مدار ہے۔

ایک حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین اسلام کو خاص طور پر درختوں اور کھیتیوں کو برباد کرنے سے منع فرمایا کہ یہ خشک سالی میں جانوروں کی زندگی کی ضمانت ہیں۔

نهى النبى صلى الله عليه وسلم عن عقر الشجر؛ فانه عصمة للدواب فى الجدب.(مصنف عبد الرزاق : ۵-۲۰۱)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف لشکر روانہ کرتے ہوئے فرمایا کہ دشمن کے کھجور کے باغات ہرگز نہ کاٹے جائیں اور نہ جلائے جائیں، ’’**لاتعقرن نخلا ولا تحرقنها**۔‘‘

تحفظ ماحولیات میں حیوانات کا کردار اور اسلامی تعلیمات

جانداروں کی دنیا بہت وسیع ہے اسکی وسعت کا اندازہ لگانا اگر ممتنع نہیں ہے تو ناممکن ضرور ہے، حیوانات کی ۷۰ فیصدی تعداد جنگلوں میں رہتی ہے اور بعض جانوروں کی

اقسام انسانی آبادی میں گھل مل کر رہتی ہیں، جن سے انسان اپنی متعدد بلکہ بے شمار ضرورتیں پوری کرتا ہے۔ حیوانات نہ صرف انسانوں بلکہ نباتات کے لئے بھی کئی طریقوں سے کارآمد ثابت ہوتے ہیں۔ ان سے زمین کی زرخیزی میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ انسان حیوانات سے غذا، اون، چمڑا اور دودھ حاصل کرتا ہے، یہ دواؤں کے کام بھی آتے ہیں، علاوہ ازیں جان داروں سے انسان بار برداری کا کام بھی لیتا ہے اور حرارت وغیرہ بے شمار فوائد کے حصول کے لئے ان ہی جانوروں کا سہارا لیا جاتا ہے۔ قرآن مجید نے ان منافع کو بہت سی جگہوں پر اجمالا اور تفصیلا ذکر کیا ہے، سورۂ نحل میں ہے:

﴿والانعام خلقها لكم فيها دف ء ومنافع ومنها تأكلون ولكم فيها جمال حين تريحون وحين تسرحون وتحمل أثقالكم الى بلدلم تكونوا بلغيه الابشق الانفس إن ربكم لرؤف رحيم والخيل والبغال والحمير لتركبوها وزينة ويخلق مالا تعلمون.﴾(نحل : ۵-۸)

ترجمہ: اور اس نے چوپائے پیدا کئے، تمہارے لئے ان چوپایوں میں گرمی حاصل کرنے کا سامان ہے اور دوسرے منافع بھی ہیں، اور ان میں سے بعضوں کو کھاتے بھی ہو۔ اور تمہارے لئے ان چوپایوں میں خوبصورتی ہے جس وقت کے تم شام کو چراگاہ سے واپس لاتے ہو اور جب کہ تم جانور چرانے کے لئے جاتے ہو اور یہ جانور تمہارے بوجھ اٹھالے جاتے ہیں ایسے علاقے تک کہ تم وہاں تک نہیں پہنچ سکتے مگر جانوروں کی مشقت سے، یقیناً تمہارا رب البتہ نہایت مہربان، بڑا رحم والا ہے، اور اس نے گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا کئے تا کہ تم ان پر سواری کرو اور

زینت (کے لئے پیدا کئے) اور پیدا کرتا ہے وہ جو تم نہیں جانتے۔

﴿وإن لکم فی الأنعام لعبرة نسقیکم مما فی بطونه من بین فرث ودم لبنا خالصا سائغا للشربین﴾(نحل : ٦٦)

ترجمہ: اور یقیناً تمہارے لئے چوپایوں میں عبرت ہے کہ ہم تمہیں پلاتے ہیں اس سے جو ان کے پیٹوں میں ہے گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ، جو پینے والوں کے لئے خوشگوار ہوتا ہے۔)

اور تمہارے لئے مویشی میں بھی غور درکار ہے انکے پیٹ میں جو گوبر اور خون ہے اسکے درمیان میں صاف اور گلے میں آسانی سے اترنے والا دودھ ہم تم کو پینے کو دیتے ہیں۔

اور سورۂ زخرف میں ہے:

والذی خلق الازواج کلها وجعل لکم من الفلک والأنعام ماترکبون.(زخرف : ١٢)

ترجمہ: اور وہی ہے اللہ جس نے تمام جوڑے پیدا کئے اور جس نے تمہارے لئے کشتیوں میں اور چوپایوں ں میں سے وہ بنائے جن پر تم سواری کرتے ہو۔

جہاں جانوروں کے اوپر ذکر کئے گئے متعدد فوائد ہیں، وہیں ماحولیات کے تحفظ میں بھی ان کا اہم کردار ہے، چنانچہ بہت سے ایسے زہریلے جانور ہیں، جو فضاء میں موجود زہریلی گیسوں کو پی لیتے ہیں، اگر یہ جانور نہ ہوں تو انسان زہر آلود سانس لینے کی وجہ سے موت کی نیند سو جائے، ماحولیات کے تحفظ کے لئے جانوروں کی حفاظت بے حد ضروری اور ناگزیر عمل ہے، لیکن مقام افسوس ہے کہ عصر حاضر میں اس حوالے سے لاپرواہی اور بے اعتنائی برتی جارہی ہے۔

اسلام نے بے ضرر جانوروں کو بلاوجہ مارنے اور محض شوقیہ شکار یا ہلاک کرنے کو بنظر استحسان نہیں دیکھا ہے حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ چوپایوں کے چہروں پر نہ مارو" ولا تضربوا وجوه الدواب". (مجمع الزوائد: ۸/۱۹۶، کتاب الادب)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنے کا حکم دیا ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کو سیاہ اور سخت طبیعت کی ایک اونٹنی عطا کی اس پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعاء کی پھر ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ سے فرمایا کہ اس سے سواری کا کام لو اور اس کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ۔

عن عائشة رضى الله عنه قالت: أعطانى رسول الله صلى الله عليه وسلم ناقة سوداء كأنها فحمة صعبة لم تخطم فسها ثم دعا عليها بالبركة ثم قال: ياعائشة اركبى وارفقى. (رواه البزار، مجمع الزوائد: ۸/۴۳، كتاب الادب)

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے دشمن کی سرزمین میں پیچھے رہ جانے والے جانوروں کو ہلاک کرنے سے منع فرمایا۔

نهى اذا ابطات دابة فى ارض العدوأن تعقر. (مصنف عبدالرزاق: ۵/ ۲۸۹، باب عقر الدواب فى ارض العدو)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: کہ ایک شخص کسی راستے سے گزر رہا تھا کہ اسے پیاس کی شدت کا احساس ہوا، اسے ایک کنواں ملا، اس میں اتر کر اس نے پانی پیا پھر اس سے باہر آیا، تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک کتا پیاس کے مارے مٹی چاٹ رہا ہے؛ اس شخص نے دل ہی

دل میں کہا کہ یہ کتا پیاس کی شدت سے میری ہی طرح نڈھال ہے، لہذا وہ کنویں میں اترا اور موزے میں پانی بھر کر کتے کے منہ میں ڈالا، تو کتے نے پانی پی لیا اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کی قدر کرتے ہوئے اس کی مغفرت فرما دی، صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''یا رسول اللّٰہ صلی اللہ علیه وسلم !وان لنافی البھائم أجرا '' کیا ہمارے لئے جانوروں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنے میں بھی ثواب ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''فی کل ذات کبد رطبة أجر '' ہر ذی روح کے ساتھ رحم وکرم کا معاملہ کرنے میں ثواب ہے۔

بلاضرورت چرند و پرند وغیرہ کو مارنے سے ماحولیات کا توازن بگڑ جاتا ہے، جیسا کہ زہریلی دواؤں کی وجہ سے مچھلیوں کو مارنے سے پانی آلودہ ہو جاتا ہے، اسی لئے بلاضرورت جانوروں اور چرندوں کو مارنے بالخصوص ایسے جانوروں اور پرندوں کو مارنے سے اسلام نے منع کیا ہے جن کا گوشت حلال نہیں ہے اور جن سے کسی مضرت کا اندیشہ لاحق نہیں ہے، کیونکہ انکا گوشت حلال نہ ہونے اور مضرت نہ ہونے کی وجہ سے کوئی ضرورت ان کو مارنے کی داعی نہیں ہے ایک روایت میں حضرت ابن عباس فرماتے ہیں:

ان النبی صلی اللہ علیه وسلم نھی عن قتل اربع من الدواب: النملة والنحلة والھدھد والصرد.(ابن ماجه، ابو داؤد، مسند احمد)

(حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چار جانوروں کو قتل کرنے سے منع فرمایا: چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد اور لٹورا۔

ان چاروں کے قتل کی ممانعت کی وجہ سے لکھتے ہوئے علامہ علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

ان المذکورات محرمة لایجوز تنا ولھا ولجاز اخذھا وذبحھا

للاكل. (حاشيه سندی، علی ابن ماجه)

(مذکورہ چاروں حرام ہیں ان کو کھانا ناجائز ہے ورنہ انکو پکڑنا اور کھانے کے لئے ذبح کرنا حلال ہوتا)

نیز اسلام نے حلال جانوروں کے شکار کرنے اور اس کو ذبح کرنے کی اجازت کے ساتھ یہ قید بھی لگائی کہ ان کو ان سے منفعت کے حصول کی غرض سے ذبح کیا جائے، بلاوجہ ان کو قتل نہ کیا جائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

من قتل عصفورا عبثا عج الی الله عزوجل یوم القیامة یقول یارب ان فلانا قتلنی عبثا ولم یقتلنی لمنفعة. (نسائی کتاب الضحایا)

جس نے چڑیا کو بلاوجہ قتل کیا تو وہ چڑیا قیامت کے دن اللہ عزوجل کے سامنے بولے گی کہ اے میرے رب فلاں نے مجھے اپنی منفعت کے خاطر نہیں بلکہ بلاوجہ قتل کیا تھا۔

واضح رہے کہ یہ حکم صرف ''عصفور'' ہی کا نہیں ہے بلکہ ان سارے جانوروں کا ہے جن کا گوشت حلال ہے، انکو انتفاع کے مقصد سے ہی ذبح کرنا اسلام میں درست ہے ورنہ ممنوع ہے چنانچہ ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

من قتل عصفورا فما فوقها بغیر حقها سال اللّٰہ عزوجل عنها یوم القیامة قیل یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فما حقها ؟ قال حقها ان یذبحها فیاکلها ولایقطع راسها یرمی بها. (مشکوة شریف)

جس نے عصفور کا یا اس سے بڑے کسی (چرندو پرند) کا ناحق قتل کیا تو قیامت کے

دن اللہ اسکے بارے میں پوچھے گا (راوی کہتے ہیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اس کا کیا حق ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا حق یہ ہے کہ اسکو ذبح کرے تو اسے کھائے اور اس کے سر کو (ذبح کرتے وقت) کاٹ کر نہ پھینکے۔

ان روایات سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اسلام بلاضرورت کسی بھی جانور کے مارنے اور ذبح کرنے سے منع کرتا ہے تاکہ انکی حیات خطرات سے دوچار نہ ہو، جب کہ ان کی حیات و بقاء میں حکمت الٰہی مضمر ہے، بالخصوص ماحولیات کے تحفظ میں انکے وجود کو بھی اہمیت حاصل ہے۔

یہ اسلام میں جانوروں کے ساتھ انسانیت کا ادنی مظاہرہ کرنے کا بدلہ ہے، آج اگر اسلام کی چودہ سو سالہ زندہ تعلیمات کی پیروی کی جائے، تو دنیا تحفظ ماحولیات میں ان کے کردار سے محروم نہیں ہوگی۔

صوتی آلودگی

آواز قدرت کی بہت خوبصورت اور معجزاتی نعمت ہے، شاعروں نے سریلی اور نقری آواز کے الفاظ اپنی شاعری میں استعمال کئے ہیں۔ قدرت کا یہ انمول تحفہ کانوں کے ذریعے ہمیں بھلی لہروں سے محفوظ کرتا ہے۔ اور ہم اپنے ماحول سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ لیکن جب یہ آواز حد سے بڑھ جائے تو شور بن جاتی ہے ایسی آواز جو قدرتی عمل یا کسی قسم کی رکاوٹ، خرابی یا انسان کے سننے کی طاقت یا برداشت سے باہر ہو تو شور کی آلودگی میں شمار ہوتی ہے۔

شور کی آلودگی بھی ماحولیاتی آلودگی کی ایک قسم ہے۔ جسے ہمارے ملک میں کسی بھی طور پر اہمیت نہیں دی جارہی۔ حالانکہ یہ اَن دیکھی آلودگی ہماری زندگیوں، جسمانی و ذہنی صحت اور ترقی پر براہ راست اور بلا واسطہ بہت زیادہ اثرات مرتب کررہی ہے۔ مثلا بہت زیادہ شور سننے کی حِس کو بری طرح تباہ کردیتا ہے۔ اگر اس کا مقابلہ گرمی اور روشنی کی آلودگی سے کیا جائے تو شور کی آلودگی کے عناصر ہمیں کہیں نہیں دکھائی دیں گے؛ مگر آواز کی لہریں قدرتی لہروں کی موجودگی میں خطرات بڑھا دیتی ہیں۔ اس بارے میں ایک طبی ماہر ڈاکٹر صائقہ کا کہنا ہے کہ شور کی آلودگی سے لوگوں میں غصہ اور جھنجلاہٹ میں اضافہ ہوتا ہے۔

کارخانے کی بعض مشینیں بہت پُر شور ہوتی ہیں، حکومت کی طرف سے ان کو آبادی سے باہر لگانے کی ہدایت ہوتی ہے، یہ ہدایت شرعا کس حد تک قابل تعمیل ہے؟

گاڑیوں کے ہارنوں کی آواز بھی بہت بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ بعض لوگ غیر

ضروری طور پر ہارن بجاتے ہیں اور بعض حضرات اپنی گاڑی میں ضرورت سے زیادہ تیز آواز کا ہارن یہاں تک کہ ایمبولنس میں لگائے جانے والے سائرن کی طرح کے ہارن لگاتے ہیں، اس سے صوتی آلودگی بھی پیدا ہوتی ہے اور دوسرے راہگیروں کو دہشت بھی ہوتی ہے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟

ہمارے معاشرہ میں بدقسمتی سے مختلف تقریبات میں D J کا رواج بڑھتا جارہا ہے۔ اس کا شور انسان کی سماعت اور ماحول کے لئے سخت نقصان دہ ہے۔ مزامیر میں داخل ہونے سے قطع نظر اس عمل کو شریعت کس نظر سے دیکھتی ہے؟

ہمارے معاشرہ میں مذہبی، سیاسی جلسوں اور مشاعروں کا رواج بھی عام ہے، قانونی اعتبار سے اس کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔ مثلا رات کے دس یا ساڑھے دس بجے تک، کہ اسکے بعد پروگرام جاری نہیں رکھا جاسکتا، اسی طرح آواز کے بارے میں بھی تحدید ہوتی ہے کہ کس درجہ کا ساؤنڈ سسٹم ہونا چاہئے اور کتنے ساؤنڈ بکس رکھے جاسکتے ہیں؟ اس کا مقصد لوگوں کی صحت اور ماحولیات کا تحفظ دونوں ہوتا ہے، لیکن بہت سے لوگ ان ہدایات پر عمل نہیں کرتے، آواز کا شور پورآبادی تک پہنچاتے ہیں اور رات رات بھر پروگرام چلائے جاتے ہیں، شرعا ان قوانین کی پابندی کس درجہ میں ضروری ہے اور انکی خلاف ورزی کا کیا حکم ہے؟

ماہرین کے مطابق وہ آواز جو ہماری فضا میں جمع ہوکر مضر اثرات پیدا کردے تو اسے شور کی آلودگی کہیں گے۔ جو اس دور کا اہم ترین مسئلہ ہے۔ بڑھتی ہوئی آبادی سے اور ضروریات زندگی میں اضافہ کی وجہ سے ٹریفک اور جدید مشینری کی تعداد میں اضافہ سے بھی شور کا نہ تھمنے والا سلسلہ جاری ہے۔ آواز کی شدت کو ''ڈیسی بل'' میں ناپا جاتا ہے اور اگر ایک آواز مسلسل آٹھ گھنٹے ۸۵ ڈیسی بل سے اوپر سنائی دے تو اسے شور کی آلودگی

سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اسی شور میں ہر ۳۰ ڈیسی بل کے اضافے سے آواز کا پیمانہ دوگنا بڑھ جاتا ہے اور ہر دس ڈیسی بل کے بعد یہی آوازیں دس گنا زیادہ شدید ہو جاتی ہیں۔ قانون کے مطابق ۱۶۰ ڈیسی بل شور کا کوئی اچانک دھماکہ انسان کو مکمل بہرہ بنانے کے لئے کافی ہوتا ہے۔ شور سے انسانی کان کے اندر ہیئر سیل کو ناقابل تلافی نقصان پہنچتا ہے۔ بڑے شہروں کے معروف چوکوں میں دن کے وقت شور کی سطح بہت زیادہ ہوتی ہے۔ شور نہ صرف پرسکون ماحول میں خلل کا باعث بنتا ہے بلکہ انسانی نفسیات اور صحت پر گہرے منفی اثرات مرتب کرتا ہے پرشور ماحول میں روزانہ مسلسل کئی گھنٹے گزارنے والے افراد مختلف اعصابی اور قلبی امراض میں مبتلا ہونے کے علاوہ بہرے پن کا شکار بھی ہو سکتے ہیں۔ عالمی ادارہ صحت کی رپورٹ کے مطابق مشینوں، لاؤڈ اسپیکروں اور جہازوں کی چیخ و پکار سے انسان کو دل کے امراض لاحق ہوتے ہیں، جس کے نتیجے میں ہارٹ اٹیک ہوسکتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ افراد جو شور وغل کے ماحول میں رہنے پر مجبور ہوتے ہیں انہیں کانوں میں گھنٹیاں بجنے کا مرض لاحق ہو جاتا ہے۔ ریلوے اسٹیشنوں، لاری اڈوں اور ہوائی اڈوں کے قریب رہنے والے افراد گاڑیوں اور انجنوں سے اٹھنے والے شور سے ذہنی کوفت میں مبتلا ہیں۔ بعض لوگوں کو عادت ہوتی ہے کہ اونچی آواز میں گانے لگا کر پورے محلے کو پریشان کرتے ہیں جس سے خصوصاً طلبا اور مریضوں کو بہت پریشانی ہوتی ہے۔ اسلام کے رو سے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی دوسرے انسان کو بلاوجہ تنگ کرے اور لوگوں کو اذیت دے۔

ماحولیات کے موضوع پر شائع ہونے والے ایک منفرد رسالہ ''فوزان'' (پاکستان) میں صوتی آلودگی کی بہترین عکاسی کی گئی ہے کہ ہمارے اردگرد بیسیوں قسم کے شور ہیں ان میں جہاں ہمارے گھروں کے اندر شور ہے وہیں پر گھروں سے باہر گلی

کوچوں، شاہراہوں اور شہرو دیہات میں شور موجود ہے۔گھر کے باہر کے شوروں میں تعمیراتی مشینوں کا شور، مواصلاتی مشینوں کا شور، مسافر بردار گاڑیوں کا شور، جہاز کے انجن کا شور اور ریل کے انجن کا شور، میونسپلٹی کی گاڑیوں کا شور وغیرہ شامل ہیں۔گھر کے اندر ٹی وی کی اونچی آواز کا شور، ٹیپ ریکارڈر اور بڑے بڑے ڈیک اور لاؤڈ اسپیکروں کا شور، کچن میں استعمال ہونے والی مختلف قسم کی مشینوں کا شور پھر مختلف قسم کے الارم اور سائرن جیسے کار الارم، کپڑے دھونے کی مشین کا الارم، آگ لگ جانے کے الارم اور سائرن وغیرہ۔گلی کوچوں میں استعمال ہونے والے میگا فون بھی شور بڑھانے میں بھرپور کردار ادا کر رہے ہیں اور آلودگی کی اس قسم کی وجہ سے بھی تباہی کا سبب بن رہے ہیں۔

انکی ہر ایک قسم اپنی جگہ انسان اور ماحول کی تباہی کا سبب ہے۔ان شوروں کی اکثریت ہماری اپنی پیدا کردہ ہے اور ہم نے کبھی اسے برا تو کیا کچھ بھی نہیں سمجھا کیونکہ اس کے سدباب کے لئے کوئی قانون سرے سے بنا ہی نہیں نہ ادھر نہ ادھر۔ ہم گھروں میں پرآسائش زندگی تو گزار رہے ہیں ہر ایک کام کے لئے ہم نے مشین لگائی ہوئی ہے آٹا گوندھنے کی مشین، جوس بنانے کی مشین، مصالحہ کوٹنے کی مشین وغیرہ وغیرہ گھروں میں لگی ہیں، لیکن یہ جاننے کی ہم نے کبھی کوشش ہی نہیں کی کہ یہ آسائش درحقیقت ہماری تباہی کا سبب بنے گی یہ گھروں کے اندر پیدا ہونے والے شور سے ہم خود بھی ڈسٹرب ہوتے ہیں اور اس کے بعد ہمارے پڑوسی بھی اس عذاب سے تنگ آجاتے ہیں، ہم اپنی آسائشوں میں اپنے پڑوسیوں کا ناک میں دم کر دیتے ہیں۔ پھر آہستہ آہستہ یہ شور یہ عذاب بڑھتے بڑھتے ہمارے پورے ماحول کو تباہ و برباد کرنے کے درپے ہے اس سے آلودگی میں اضافہ ہونے جارہا ہے۔

ہمارے معاشرے میں شور کی ایک بڑی وجہ ٹیپ ریکارڈران کے اسپیکر اور پھر ان سے بھی بڑھ کر لاؤڈ اسپیکر ہیں۔ گھروں میں ہم ٹیپ سنتے اور کبھی ڈیک پر اونچی آواز میں گانے اور نعتیں سنتے ہیں اسی طرح چھوٹی بڑی پارٹیوں میں ڈیک بجا کر اور پھر خوب اونچی آواز میں بجا کر آلودگی کی قسم شور کو بڑھا رہے ہیں، اس سے بھی بڑھ کر ہماری مسجدوں کے لاؤڈ سپیکروں سے صبح، دوپہر، شام اور اکثر رات کو بھی لاؤڈ سپیکر کی آواز ہمارے کانوں میں گونجتی رہتی ہے بلکہ کئی دفعہ رات رات بھر ہمیں یہ وعظ سننا پڑتا ہے اب اگر مسجد میں بیٹھ کر سننا تو بہت اچھا ہے ہمارا دینی فریضہ بھی لیکن یہ تو نہ ہمارے مذہب میں لکھا ہے اور نہ ہی ہمیں ہمارا معاشرہ اسکی اجازت دیتا ہے کہ ہم اپنی آسائش اور اپنی وعظ و تبلیغ سے دوسروں کے لئے کوفت کا باعث بنے اور میرے اور آپکی کوفت تو ٹھیک ہمیں ہماری اپنی زمین اور آئندہ نسل کا خیال رکھنا ہے اور ممکن حد تک اجتماعی اور انفرادی طور پر آلودگی پیدا نہ ہو اسکی کوشش کرنی ہے۔

اب اگر گھروں سے باہر نکلا جائے تو سڑک پر آجائیں گے اور پھر سڑک چاہے گاؤں یا شہر کہیں کی بھی ہو شور وہاں بھی ہے۔ ہماری سڑکوں پر گاڑیوں کا شور اور پھر پریشر ہارن کے مسلسل اور بے وجہ استعمال سے جو شور برپا ہوتا ہے اس سے تو شہر کا سکون اور خوبصورتی تو تباہ ہوتی ہی ہے یہ آلودگی میں مسلسل اضافے کا باعث بن رہا ہے۔ ٹریفک کنٹرول کرنے والے اپنی جگہ بے بس ہیں اور عوام اور سڑکوں میں گاڑیوں میں بیٹھے عام آدمی کو اس سے بڑی کوفت ہوتی ہے، اور ہم غلط کام کو درست کرنے کے لئے ایک اور غلط کام کرتے ہیں کہ پبلک ٹرانسپورٹ کی گاڑیوں والے پریشر ہارن بجا بجا کر ہمارا دماغ کھا رہے ہوتے ہیں وہیں پر عام آدمی اپنی کار کی چھوٹے سے ہارن کو بھی خوب بجا بجا کر ہمارے اعصاب کو تباہ کرنے کے درپے ہوتے ہیں۔ ہمارے یہاں یہ احساس ہے ہی

نہیں کہ یہ شور ہمارے شہر کے سکون کو غارت کررہا ہے اور ہمارے اندر برداشت کا مادہ اسی وجہ سے دن بہ دن کم ہو رہا ہے اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ یہ شور آلودگی کا سبب بن رہا ہے اور آلودگی تباہی کا دوسرا نام ہے۔

ایذارسانی کی ان بے شمار صورتوں میں سے ایک انتہائی تکلیف دہ صورت لاؤڈ اسپیکر کا ظالمانہ استعمال ہے۔ ابھی چند روز پہلے ایک انگریزی روزنامے میں ایک صاحب نے شکایت کی ہے کہ بعض شادی ہالوں میں رات تین بجے تک لاؤڈ اسپیکر پر گانے بجانے کا سلسلہ جاری رہتا ہے، اور آس پاس کے بسنے والے بے چینی کے عالم میں کروٹیں بدلتے رہتے ہیں، اور ایک شادی ہال پر کیا موقوف ہے؟ ہر جگہ دیکھنے میں یہی آتا ہے کہ جب کوئی شخص کہیں لاؤڈ اسپیکر نصب کرتا ہے تو اسے اس بات کی پرواہ نہیں ہوتی کہ اس کی آواز کو صرف ضرورت کی حد تک محدود رکھا جائے، اور آس پاس کے ان ضعیفوں اور بیماروں پر رحم کیا جائے جو یہ آواز سننا نہیں چاہتے۔

گانے بجانے کا معاملہ تو الگ رہا، کہ اس کو بلند آواز سے پھیلانے میں دہری برائی ہے، اگر کوئی خالص دینی اور مذہبی پروگرام ہو تو اس میں بھی لوگوں کو لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ زبردستی شریک کرنا شرعی اعتبار سے ہرگز جائز نہیں ہے، لیکن افسوس ہے کہ ہمارے معاشرے میں سیاسی اور مذہبی پروگرام منعقد کرنے والے حضرات بھی شریعت کے اس اہم حکم کا بالکل خیال نہیں کرتے۔ سیاسی اور مذہبی جلسوں کے لاؤڈ اسپیکر بھی دور دور تک مار کرتے ہیں اور ان کی موجودگی میں کوئی شخص اپنے گھر میں نہ آرام سے سو سکتا ہے، نہ یکسوئی کے ساتھ اپنا کوئی کام کرسکتا ہے۔

صوتی آلودگی اور اسلامی تعلیمات

قرآن اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں خصوصیت کے ساتھ ایسی ہدایات

ملتی ہیں، جن سے آوازوں میں تخفیف اور میانہ روی کی تعلیم اور بلند و تیز آواز کی مذمت ظاہر ہوتی ہے، قرآن کریم میں حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو نصیحت کرنے کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے ارشاد ہے:

﴿واقصد فی مشیک واغضض من صوتک إن أنکر الأصوات لصوت الحمیر﴾ (لقمان: ١٩)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شخص کو ناپسند فرماتے تھے، جس کی آواز بلند اور رفیع ہو اور ایسے شخص کو محبوب رکھتے تھے، جس کی آواز پست اور درمیانی ہو:

عن ابی أمامة ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کان یکره ان یری الرجل جهیرًا رفیع الصوت، وکان یحب أن یراه خفیض الصوت. (رواه الطبرانی، مجمع الزوائد: ٨/ ١١٢، کتاب الادب)

اسی طرح زیادہ بک بک کرنے اور اول فول بکنے کو ناپسند فرماتے ہوئے اسے دل کی قساوت اور اللہ تعالیٰ سے دوری کا سبب قرار دیا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لاتکثر الکلام بغیر ذکر اللّٰه فإن کثرة الکلام قسوة للقلب وإن أبعد الناس من اللّٰه القلب القاسی. (ترمذی: ٢/ ٦٦، باب اجاء فی حفظ اللسان)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دربار رسالت میں بلند آواز میں گفتگو کرنے سے منع کیا گیا:

﴿یاایها الذین آمنوا لاترفعوا أصواتکم فوق صوت النبی﴾

(الحجرات: ۲)

(اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے بلند مت کیا کرو۔)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے لاؤڈ اسپیکر کے ظالمانہ استعمال اور صوتی آلودگی کے مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے درج ذیل واقعات اور دلائل بھی ذکر فرمائے ہیں، جو اس باب میں اسلامی تعلیمات کی واضح ترجمانی کرتے ہیں:

[۱] مشہور محدث حضرت عمر بن شبہؒ نے مدینہ منورہ کی تاریخ پر چار جلدوں میں بڑی مفصل کتاب لکھی ہے جس کا حوالہ بڑے بڑے علماء و محدثین ہمیشہ دیتے رہے ہیں۔ اس کتاب میں انہوں نے ایک واقعہ اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ ایک واعظ صاحب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے بالکل سامنے بہت بلند آواز سے وعظ کہا کرتے تھے، ظاہر ہے کہ وہ زمانہ لاؤڈ اسپیکر کا نہیں تھا، لیکن ان کی آواز بہت بلند تھی، اور اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یکسوئی میں فرق آتا تھا، یہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا، اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ یہ صاحب بلند آواز سے میرے گھر کے سامنے وعظ کہتے رہتے ہیں، جس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے، اور مجھے کسی اور کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان صاحب کو پیغام بھیج کر انہیں وہاں وعظ کرنے سے منع کیا۔ لیکن کچھ عرصے کے بعد واعظ صاحب نے دوبارہ وہی سلسلہ پھر شروع کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے خود جا کر ان صاحب کو پکڑا، اور ان پر تعزیری سزا جاری کی۔

(اخبار المدینہ لعمر بن شبّہ: ۱/۵۱)

[۲] بات صرف یہ نہیں تھی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی تکلیف کا ازالہ کرنا

چاہتی تھیں، بلکہ دراصل وہ اسلامی معاشرت کے اس اصول کو واضح اور نافذ کرنا چاہتی تھیں کہ کسی کو کسی سے کوئی تکلیف نہ پہنچے، نیز یہ بتانا چاہتی تھیں کہ دین کی دعوت وتبلیغ کا پروقار طریقہ کیا ہے؟ چنانچہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مدینہ منورہ کے ایک واعظ کو وعظ و تبلیغ کے آداب تفصیل کے ساتھ بتائے، اوران آداب میں یہ بھی فرمایا کہ:

''اپنی آواز کو انہیں لوگوں کی حد تک محدود رکھو جو تمہاری مجلس میں بیٹھے ہیں، اور انہیں بھی اسی وقت تک دین کی باتیں سناؤ جب تک ان کے چہرے تمہاری طرف متوجہ ہوں، جب وہ چہرے پھیرلیں، تو تم بھی رک جاؤ۔ اور ایسا کبھی نہ ہونا چاہیے کہ لوگ آپس میں باتیں کررہے ہوں، اورتم ان کی بات کاٹ کر اپنی بات شروع کردو، بلکہ ایسے موقع پر خاموش رہو، پھر جب وہ تم سے فرمائش کریں تو انہیں دین کی بات سناؤ۔'' (مجمع الزوائد:۱۹۱/۴)

[۳] حضرت عطاء بن ابی رباحؒ بڑے اونچے درجے کے تابعین میں سے ہیں، علم تفسیر وحدیث میں ان کا مقام مسلّم ہے، ان کا مقولہ ہے کہ:

''عالم کو چاہیے کہ اس کی آواز اس کی اپنی مجلس سے آگے نہ بڑھے'' (ادب الاملاء والاستملاء للسمعانی:۵)

[۴] یہ سارے آداب درحقیقت خود حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وفعل سے تعلیم فرمائے ہیں۔ مشہور واقعہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس سے گذرے، وہ تہجد کی نماز میں بلند آواز سے تلاوت کررہے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ وہ بلند آواز سے کیوں تلاوت کرتے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ''میں سوتے کو جگاتا ہوں، اور شیطان کو

بھگا تا ہوں‘‘ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ’’ اپنی آواز کو تھوڑا پست کردو‘‘۔ (مشکوۃ:۱/۱۰۷)

اس کے علاوہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو بیدار ہوتے تو اپنے بستر سے آہستگی کے ساتھ اُٹھتے تھے (تاکہ سونے والوں کی نیند خراب نہ ہو)۔

[۵] انہی احادیث وآثار کی روشنی میں تمام فقہاء امتؒ اس بات پر متفق ہیں کہ تہجد کی نماز میں اتنی بلند آواز سے تلاوت کرنا جس سے کسی کی نیند خراب ہو، ہرگز جائز نہیں۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے گھر کی چھت پر بلند آواز سے تلاوت کرے جبکہ لوگ سو رہے ہوں تو تلاوت کرنے والا گناہ گار ہے۔ (خلاصۃ الفتاوی: ۱/۱۰۳، شامی: ۳۰۴و۴۴۴)

E-کچرا: ایک جدید ماحولیاتی مسئلہ

دور حاضر کی ترقی کے ساتھ آلودگی کا ایک عنصر جدید آلات بھی ہیں خاص کر وہ آلات جن کے بغیر آج کی انسانی زندگی مفلوج ہوکر رہ جائے جیسے ٹی وی، موبائل، کمپیوٹر، واشنگ مشین وغیرہ یہ اشیاء جب خراب یا ناکارہ ہوتی ہیں اور انہیں پھینک دیا جاتا ہے تو اس سے پیدا ہونے والی آلودگی بھی گویا جدید زمانہ کی ترقی یافتہ بیماریوں کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔ ڈاکٹر جاوید احمد نے اس سلسلے میں جو کچھ تفصیلات پیش کی ہیں یہاں اس کے کچھ حصے نقل کئے جاتے ہیں:

جدید ترقیات اور انسان کی سائنسی کامیابیوں نے معاشرہ کو جہاں راحت وآرام، تیز رفتاری، سامان تعیش عطا کیا وہیں انکے سامنے آلودگی ایک خوفناک عفریت کی صورت میں آکر کھڑی ہوگئی۔ مختلف قسم کے آلائندے (Pollutants) تو قابل برداشت تھے مگر تابکار مادوں (Radioactive Waste) نے نسل انسانی کے وجود کو ہی خطرے میں ڈال دیا ہے۔ اب اس سے ایک قدم آگے نئے قسم کے فاضل مادوں سے ترقی یافتہ دنیا کا سابقہ پڑ رہا ہے۔ نشریات، مواصلات اور اطلاعات کے میدان میں انقلاب نے گزشتہ ۲۰ برسوں میں دنیا کے چہرے کو بدل کر رکھ دیا ہے۔ آج کمپیوٹر، ٹی وی، موبائل، الیکٹرانک گھڑیاں اور دیگر ساز وسامان ماڈرن زندگی کے لئے لازم بن کر رہ گئے ہیں جس کمپیوٹر کے بارے میں آج سے ۲۵۔۳۰ برس قبل ہم نے صرف سنا تھا یا کبھی کبھار دیکھا تھا، آج ہمارے گھر میں ضرورت کی ایک چیز بن کر داخل ہوگیا ہے۔ یہی حال کم وبیش موبائل فون اور دیگر الیکٹرانک ساز وسامان کا ہے۔ ظاہر ہے جس تیز

رفتاری کے ساتھ ان کی ڈھلائی ہورہی ہے اسی رفتار سے پرانے اور ناکارہ سامان ہمارے گھروں میں فاضل اشیاء کی صورت میں جمع ہوتے جارہے ہیں۔ردکردہ ان بیکار مادوں اور حصوں کو اگر ہم الیکٹرانک یعنی ای (E) کچرا کہیں تو کوئی مضائقہ نہیں جو روایتی کچرے سے بالکل ہٹ کر ہے۔اس کچرے سے نجات حاصل کرنے کی کارگر تدابیر بھی نہیں ہیں۔

کمپیوٹر، موبائل، ٹی وی وغیرہ سے ہونے والا کچرا نہ صرف ماحول کو آلودہ کرتا ہے اور نقصان پہنچاتا ہے بلکہ یہ انسانی صحت کے لئے بھی مضر ہے۔مگر شاید ہم ابھی اس کے خطرات کو بھانپ نہیں پائے ہیں۔امریکہ کی ماحولیاتی تحفظ ایجنسی (انوائرمنٹل پروٹیکشن ایجنسی [E.P.A.]) کے جائزے کے مطابق ہر برس ناقابل استعمال ہوجانے والے الیکٹرانک آلات خصوصاً ناکارہ کمپیوٹروں کو سنبھالنا اور انہیں ٹھکانے لگانا بڑا مشکل ہوتا جارہا ہے اس قسم کے الیکٹرانی (E) آلات ہر سال ۲۲۰ ٹن E۔ کچرا پیدا کررہے ہیں۔ امریکہ کے مشہور زمانہ سلی کان ویلی میں جو اطلاعاتی انقلاب کا مرکز ہے وہاں زہریلے اجزا کے سروے اور ان سے متعلق معلومات اکٹھا کرنے کا ارادہ دو ''سلی کان ویلی ٹاکسکس کلیکشن'' قائم ہے۔اسکے ایک مطالع کے مطابق سن ۱۹۹۷ تا ۲۰۰۷ کے عرصے میں دنیا میں ۵۰ کروڑ کمپیوٹر کچرے میں تبدیل ہوئے۔ بہ الفاظ دیگر تین ارب کلو پلاسٹک کا پہاڑ جمع ہوا جیسا کہ ہم واقف ہیں پلاسٹک اور اس قبیل کی اشیاء فضاء یا ماحول میں بغیر کسی تغیر کے برس ہا برس یوں ہی پڑی رہتی ہیں۔ان میں تجزیہ یا فضاء میں تحلیل ہونے کا کوئی عمل نہیں ہوتا نہ ہی انکی بازیابی (Recycle) ممکن ہے۔ پھر گزرتے وقت کے ساتھ اس کوڑا کرکٹ میں اضافہ ہوتا جائیگا تو تصور کیجئے کہ دنیا کا کیا نقشہ ہوگا! کمپیوٹروں اور دیگر آلات کی بہتر اور ترقی یافتہ کوالٹی کے مارکیٹ میں آتے ہی پرانے سامان متروک

سمجھے جاتے ہیں۔اب یہ رد کئے ہوئے سامان آخر کہاں جائیں گے! خیر یہاں تک بھی ٹھیک تھا اب موبائل کی آمد نے اپنے دست و پا دور دراز تک پھیلا لئے ہیں۔ ملک کا بمشکل کوئی ایسا گوشہ ہوگا جہاں یہ استعمال میں نہ ہو۔نکسلائٹ تحریک سے متأثر اور چند مخصوص علاقوں کو چھوڑ کر ملک کے کسی بھی گاؤں یا آبادی میں لوگوں کے ہاتھ تو بہ کے لئے کانوں سے لگے نظر آتے ہیں (یعنی سیل فون ان کے کانوں سے چپکا نظر آتا ہے) آج گھر میں کمپیوٹر کا ہونا اور گھر کے ہر فرد کے لئے علیحدہ موبائل کا ہونا سماجی عزت (اسٹیٹس) کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ پھر آن لائن لاٹری ویڈیو گیمز وغیرہ کے شوق دن بدن بڑھتے جارہے ہیں۔ظاہر ہے E کچرے میں لامحالہ اضافہ ہوگا۔ یہاں یہ بھی ذہن نشین رہے کہ ایک انداز کے مطابق ۱۹۹۸ء تک دو کروڑ بیکار ہونے والے کمپیوٹروں میں سے محض ۱۲٪ کو درستگی کے بعد لایق استعمال بنایا جاسکا اور دوبارہ کام میں لایا جاسکا۔مگراس سے کہیں زیادہ کمپیوٹر تو E کچرے میں تبدیل ہوگئے۔مگراس کے آگے کیا یہ سلسلہ چلتا رہے گا اور یہ E کچرا انسانی پریشانیوں میں اضافہ کرتا رہے گا۔!!

اب آیئے ایک اور پہلو کی طرف۔ ہر ٹی وی کے اسکرین میں ۴ تا ۸ پونڈ تک لیڈ (سیسہ) استعمال ہوتا ہے۔اسی طرح کمپیوٹر مانیٹر کے شیشے کا ۲۰ ٪ حصہ سیسے پر مشتمل ہوتا ہے۔ اپنا عرصۂ حیات مکمل کر لینے کے بعد جب یہ چیزیں پھینک دی جاتی ہیں تو سیسہ نہ صرف مٹی بلکہ پانی کو آلودہ کرڈالتا ہے۔واضح رہے کہ پانی میں سیسے کی موجودگی سم قاتل سے کم نہیں ۱۹۸۰ء سے اب تک تقریباً ۳۰ کروڑ کمپیوٹر مانیٹر بیچے جاچکے ہیں جن میں سے خراب ہونے والے کمپیوٹروں میں سے محض ۱۷ لاکھ مانیٹر دوبارہ استعمال میں لائے گئے۔ بقیہ کا کیا!! یہ تو E کچرے میں تبدیل ہوکر انسانوں کی صحت اور ماحول کو متاثر کرنے لگے۔ یہی حال بے کار موبائل فون کے معاملے میں ہے۔امریکہ کی انفوکام

کمپنی کے سروے کے مطابق امریکہ میں اگلے ۴ سال میں ۱۳ کروڑ سیل ہر سال کچرے کے ڈبے میں پھینک دیئے جائیں گے جس کا سیدھا مطلب ہے ہر سال ۶۵ ہزار ٹن E کچرا پیدا ہوگا جو خطرناک لیڈ دھات اور مسموم کیمیائی مادے پھیلانے کا سبب بنے گا۔ یہاں بھی بازیابی کا عمل نہیں ہوتا۔ اقوام متحدہ کے جائزے کے مطابق خطرہ صرف اس بات کا نہیں کہ یہ E کچرا ماحول اور انسانی صحت کو متاثر کریگا بلکہ بڑا خطرہ یہ ہے کہ ان آلات اور سامان کی تیاری کے دوران قدرتی وسائل کی بڑی مقدار کا استعمال ہوگا۔ وہ قدرتی وسائل اور توانائی جو دیگر تعمیری کاموں کے لئے، عوام کی فلاحی اسکیموں کے لئے استعمال کی جاسکتی ہے وہ ایسے ساز وسامان اور آلات کی تیاری میں خرچ ہوگی اور یہ چیزیں مزید دردسر پیدا کریں گی۔ ایک تجزیے کے مطابق ایک ڈیسک ٹاپ کمپیوٹر اور اس کے مانیٹر کو بنانے میں اس کے وزن سے ۱۰ گنا زیادہ قدرتی توانائی کے ذرائع کا استعمال ہوتا ہے۔ ایک دوسرے تجزیے کے مطابق ۲۴ کلو کمپیوٹر اور ۲۷ انچ کے مانیٹر کی تیاری میں ۲۴۰ کلو قدرتی ایندھن استعمال ہوتا ہے۔ نیز ۲۲ کلو کیمیائی مرکبات اور ۱۵۰۰ کلو پانی کا استعمال ہوتا ہے۔ اب اندازہ لگایئے کہ تعمیری اور سودمند اشیاء کے بجائے ایسے سامان تعیش اور وہ بھی جن کو Recycle کرنا مشکل ہے، ایسے آلات کی تیاری کرنا کہاں کی دانش مندی ہے۔ دنیا میں ہر سال ۱۳ کروڑ سے زائد کمپیوٹر بیچے جاتے ہیں۔ الیکٹرانک ساز وسامان کی مانگ بڑھتی جارہی ہے۔ موبائل فون ضرورت کی چیز سے زیادہ دکھاوے کی چیز بن کر رہ گئے ہیں۔ ایسی نقصان دہ اشیاء کی تیاری میں قیمتی قدرتی وسائل اور توانائی کا استعمال ہوگا وہ انسانی تہذیب اور خود انسانی وجود کے لئے کتنا بڑا چیلنج ثابت ہوگا۔ اس کا فیصلہ آنے والا وقت کرے گا مگر شاید تب سر پر ہاتھ رکھ کر رونے کی مہلت بھی نہیں ملے گی۔ (ماحولیات اور انسان۔ ڈاکٹر جاوید احمد: ۵۱، ۵۳)

خلاصه

(۱) دین اسلام میں انسانی زندگی کے مختلف ابعاد کے بارے میں قوانین اوراحکام پائے جاتے ہیں۔ یہ قوانین واحکام پیچیدہ ترین اور عالی ترین سیاسی وحکومتی مسائل سے لے کر ابتدائی ترین ذاتی مسائل جیسے ہاتھ منہ دھونے تک موجودہ ہیں۔یعنی ہم اسلام کوایک جامع وکامل دین جانتے ہیں،اس لحاظ سے ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ اجتماعی زندگی اور ماحول،من جملہ مسائل میں سے ہیں کہ اسلام نے ان کو خاص اہمیت دی ہے۔

البتہ اسلام کا جامع ہونااس لحاظ سے ہے کہ اسلام میں آفاقی عناصر کے استنباط سے اسلام کے فلسفہ،مکتب اور نظام کو حاصل کیا جاسکتاہے اوراس کے طریقہ کار کی منصوبہ بندی کی جاسکتی ہے۔

(۲) اسلام کی نظر میں انسان کی خلقت بیہودہ نہیں ہے۔اوراسلام کے اجتماعی احکام بھی انسان کی تخلیق کے مقصداور فلسفہ کے پیش نظر مرتب کیے گئے ہیں،البتہ یہ احکام و قوانین کبھی ہمت افزائی،ترغیب اور ڈرانے کی صورت میں آئے ہیں اوران کا صرف اخلاقی پہلو ہوتاہے اوران کے لیے اخروی سزامقرر کی گئی ہےاور کبھی ان کی رعایت نہ کرنے پر دنیوی سزابھی وضع کی گئی ہے۔

(۳) اسلام میں کچھ ایسے اصول اورکلیات پائے جاتے ہیں کہ ان سے ایک شہری کے فرائض کی حیثیت سے استفادہ کیا جاسکتاہے،مثلا:

[الف] اسلام میں اس چیز کونابود کرنا کئی جہات سے حرام یا کفران نعمت ہے جس پر

انسانی نسل کی بقا منحصر ہو۔

[ب] اسلام کے مطابق، جو کام انسان کے آرام و آسائش کا سبب ہو اور اس کی سلامتی کے تحفظ کے لیے ہو، وہ رضائے الٰہی کی ایک خدمت ہے اور خداوند متعال کی عبادت و بندگی شمار ہوتی ہے اور انسان کی خلقت کا مقصد عبادت الٰہی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

چونکہ ماحول کی حفاظت اور حفظان صحت کی رعایت کرنا اور آلودگی سے پرہیز کرنا، انسان کو نابودی سے نجات دلانے کی ایک کوشش یا انسان کی آسائش کے سلسلہ میں ایک اقدام ہے، اس لیے اس میں (واجب یا مستحب ہونے کی) ترجیح پائی جاتی ہے۔

لیکن اسلام میں اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا ہے، بلکہ کلیات بیان کرنے کے علاوہ، خاص موضوعات پر بھی تاکید کی گئی ہے۔